جولائی
۲۰۰۴

مؤسس

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ماہنامہ

ترجمان القرآن

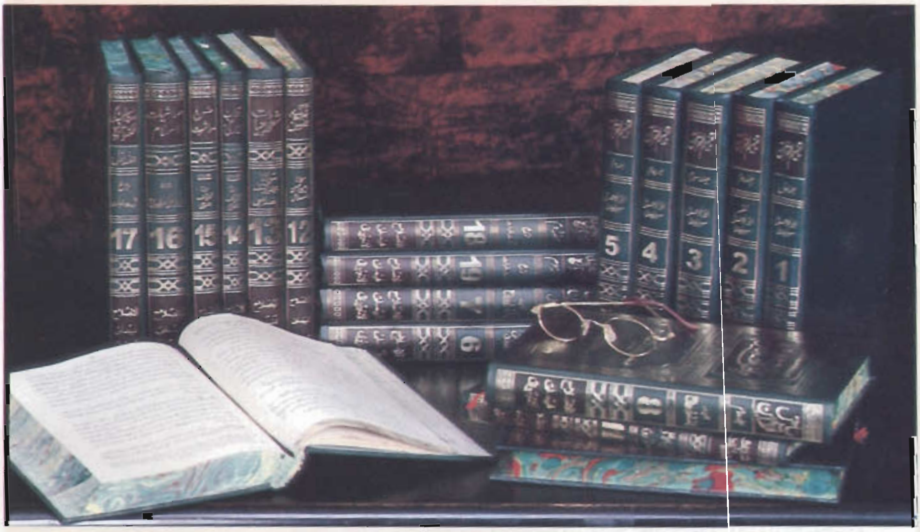
مدیر

پروفیسر خورشید احمد

ادارہ ترجمان القرآن

علم، حکمت، دانش، فہم

الاصلاح فیملی لائبریری



آپ کے خاندان کے لئے ایک مکمل لائبریری

19 جلدیں : **17** کتب : **11184** صفحات : سائز **21:1/2*29** وزن : **17.250** کلوگرام

قرآن حکیم ترجمہ وتفسیر حدیث مبارکہ سیرت النبی فقہ عقائد وعبادات تزکیہ نفس اسلامی معاشرت اسلامی معیشت ملت اسلامیہ کی تاریخ

تفہیم القران (اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم، ششم) : ریاض الصالحین (اول، دوم) : الرحیق المختوم : فقہ السنہ : خطبات در سالہ دینیات :

تزکیہ نفس (اول، دوم) : شعور حیات (اول، دوم، سوم) : آداب زندگی : حسن معاشرت و روشن ستارے :

اسلام اور جدید معاشی نظریات : معاشیات اسلام : حرمت رباء اور غیر سودی مالیاتی نظام : اسلامی بینکاری :

جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں : ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ (اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم) :

ہدیہ ۔ الاصلاح فیملی لائبریری ۔ 19 جلدیں

	قیمت	کل قیمت معہ ہوائی ڈاک خرچ
پاکستان	6200/- روپے	6200/- روپے
مڈل ایسٹ / عرب ریاستیں	6200/- روپے	9655/- روپے
برطانیہ / یورپ	6200/- روپے	11370/- روپے
امریکہ / کینیڈا / آسٹریلیا	6200/- روپے	15250/- روپے

ہدایات: ادائیگی بذریعہ بنک ڈرافٹ کریں
بنک ڈرافٹ بنام الاصلاح کمیونیکیشن نیٹ ورک،
لاہور ارسال کریں۔

آسان قسطوں میں خریداری

لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، کھاریاں، جہلم، منگلا، میرپور (آزاد کشمیر)، راولپنڈی اور اسلام آباد کے خریداروں کو 3 سے 6 ماہ کی آسان اقساط کی سہولت بھی میسر ہے۔ مزید معلومات کے لئے ٹیلی فون ہیلپ لائن 03008466395 پر رابطہ کریں۔ تعداد محدود ہے۔

الاصلاح کمیونیکیشن نیٹ ورک : 53 بی ۔ فیصل ٹاؤن، لاہور، اسلامی جمہوریہ پاکستان

ٹیلی فون ہیلپ لائن 03008466395 e:mail:alislah@isb.paknet.com.pk

الاصلاح کمیونیکیشن نیٹ ورک الاصلاح فاؤنڈیشن کا ذیلی ادارہ ہے۔

Designed & Written by Naveed Iqbal: Produced by Sahibzadah Printer 0300 8452499

ماہنامہ ترجمان القرآن

جلد ۱۲۹' عدد ۷' جمادی الاول ۱۴۲۳ھ' جولائی ۲۰۰۲ء

مدیر

پروفیسر خورشید احمد

نائب مدیر

مسلم سجاد

منصورہ' ملتان روڈ' لاہور

فون: ۵۴۲۵۳۵۶ (۰۴۲)

فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴ (۰۴۲)

E-mail: tarjuman@wol.net.pk

مدیر انتظامی

عبدالکریم

۵-اے' ذیلدار پارک' اچھرہ' لاہور

فون: ۷۵۸۷۹۱۶ (۰۴۲)

فیکس: ۷۵۸۵۵۹۰ (۰۴۲)

E-mail: tarjuman@pol.com.pk

www.tarjumanulquran.org

قیمت فی شمارہ: ۲۰ روپے

زرسالانہ: ۲۰۰ روپے

تاحیات: ۳۰۰۰ روپے

بنگلہ دیش' ایران' بھارت: ۶۰۰ روپے

یورپ' مشرق وسطیٰ' مشرق بعید' افریقہ: ۹۰۰ روپے

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا: ۱۲۰۰ روپے

زیراہتمام: البلاغ ٹرسٹ

وقفہ

جولائی ۱۹۴۲ء اور اگست ۱۹۴۲ء میں ترجمان القرآن شائع نہ ہوا۔ اس کی جو وضاحت ستمبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں کی گئی وہ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ترجمان القرآن کی اشاعت میں ایک مدت سے جو بے قاعدگی چلی آرہی ہے اس کی وجہ سے ناظرین کو سخت شکایت ہے۔ میں نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح رسالہ کی اشاعت اپنے وقت پر ہونے لگے' اور اسی غرض کے لیے متعدد مرتبہ کئی کئی مہینوں کے پرچے ملا کر یک جا شائع کیے مگر اس کے باوجود اشاعت کا نظام دُرست کرنے میں مجھے ناکامی ہوئی۔ اب اس خرابی کا کوئی علاج اس کے سوا نظر نہیں آتا کہ جمادی الاولیٰ' جمادی الآخرہ اور رجب کی اشاعت منسوخ کر کے شعبان کا پرچہ شعبان ہی میں شائع کر دیا جائے اور منسوخ شدہ مہینوں کے عوض تمام خریداروں کی مدتِ اشاعت میں ۳ مہینہ کا اضافہ کر دیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق اب یہ شعبان کا پرچہ شائع ہو رہا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ آیندہ کے لیے رسالہ کی اشاعت کا نظام درست رہے۔ (''اشارات''، ابوالاعلیٰ مودودی' ماہنامہ ترجمان القرآن' جلد ۲۱' عدد ۲' شعبان ۱۳۶۱ھ' ستمبر ۱۹۴۲ء' ص ۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

بحرانی دور میں راہِ عمل

قاضی حسین احمد

اس بارے میں دو آرا نہیں ہیں کہ پاکستان اور اُمت مسلمہ اس وقت ایک خطرناک بحرانی دور سے گزر رہے ہیں۔ ۱۱ستمبر۲۰۰۱ء کے واقعات نے اس بحران میں شدت پیدا کی ہے لیکن موجودہ صورت حال پیدا کرنے کا منصوبہ اس سے کافی عرصے پہلے کا بنا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد امریکہ اور مغربی دنیا کو نئے حریف کی تلاش ہوئی تو ان کے دانش وروں نے تہذیبوں کی جنگ کا نظریہ اختراع کیا۔ اس گھڑے ہوئے نظریے میں رنگ بھرنے کے لیے اسلام اور مسلمانوں کو خون ریزی، دہشت گردی، انتہا پسندی اور نامعقولیت کے ساتھ وابستہ کرنے کے لیے ابلاغی حملہ (میڈیا وار) شروع کیا گیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہرآلود پروپیگنڈا کیا گیا اور مغربی ذہن میں انھیں ہر طرح کی برائی کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ تخریب کاری اور دہشت گردی کے ہر واقعے کو بلاتحقیق ان کے سرتھوپ دیا گیا اور مغربی ذہن کو اس طرح تیار کیا گیا کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ہر الزام کو انھوں نے بلاتحقیق بے چون و چرا قبول کر لیا۔

ان حالات میں جب ۱۱ستمبر کو نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگون پر حملہ ہوا تو فوری طور پر اس کا الزام ''القاعدہ'' کی نام نہاد تنظیم، اسامہ بن لادن اور طالبان پر لگا دیا گیا اور پاکستان کو ان کی پناہ گاہ ٹھیرا دیا گیا۔ چنانچہ ۱۳ستمبر۲۰۰۱ء کی رات کو امریکہ کے صدر بش نے دھمکی آمیز لہجے میں صدر پرویز مشرف سے ٹیلی فون پر استفسار کیا کہ کیا وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون کریں گے یا اکیسویں صدی میں ترقی کی منزلیں طے کرنے کے بجائے پتھر کے زمانے کی طرف لوٹنا پسند کریں گے؟ پرویز مشرف صاحب نے مہلت مانگے بغیر، ساتھیوں سے مشورے کے بغیر، اور پڑوسی دوست ممالک کو مطلع کیے بغیر فوری طور پر وعدہ کر لیا کہ وہ ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ میں امریکہ کے اتحادی ہیں اور اسے لاجسٹک سپورٹ دیں گے

(لاجسٹک سپورٹ میں امریکی فوجیوں کے قیام کی سہولتیں، ہوائی اڈوں کی اور دیگر ہر طرح کی سہولتوں کی فراہمی شامل ہے)۔ انھیں خفیہ معلومات فراہم کریں گے، یعنی ان کی خاطر جاسوسی کریں گے اور اپنی تمام معلومات انھیں مہیا کریں گے، نیز اپنی فضائیں ان کے ہوائی جہازوں اور میزائلوں کے لیے کھول دیں گے۔

یہاں سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہوا۔ ہماری مغربی سرحد پر غیر ملکی افواج کا قبضہ ہوگیا۔ ہم اپنے بھائیوں کے قتل میں شریک ہوئے۔ سالہا سال کی قربانیوں کے بعد پاکستان کے عوام اور حکومت نے افغانیوں کا ساتھ دے کر جو کچھ حاصل کیا تھا وہ خوف یا لالچ کے عوض پرویز مشرف صاحب نے ایک ہی ٹیلی فون کال پر تج دیا۔

۱۶ستمبر ۲۰۰۱ء کو پرویز مشرف صاحب نے قومی قیادت کو ملاقات کے لیے محض یہ اطلاع دینے کے لیے بلایا کہ وہ پاکستان کی آزادی اور خودمختاری سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انھوں نے پاکستان کو ممکنہ تباہی سے بچانے اور کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کو جاری رکھنے اور بھارت امریکہ اتحاد سے بچنے کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔

دینی جماعتوں کی قیادت نے بشمول جماعت اسلامی ان سے اتفاق نہیں کیا۔ ہم نے انھیں بتایا کہ وہ امریکی دھمکی اور طاقت کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اپنی آزادی اور خودمختاری سے دست بردار ہوئے ہیں۔ طالبان حکومت کے بعد انھیں مغربی سرحد پر ایک ناموافق صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انھیں بالآخر کشمیریوں کی جدوجہد کے ساتھ تعاون سے بھی منع کر دیا جائے گا۔ ان کو نیوکلیر پروگرام سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے اور انھیں اسرائیل کو تسلیم کرنے پر مجبور کر کے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے عنوان سے اُمت مسلمہ اور اسلامی تحریکوں کے خلاف امریکی اور صہیونی مہم جوئی کا شریک کار بنایا جائے گا۔

بدقسمتی سے بعد میں آنے والے حالات نے ہمارے خدشات کو درست ثابت کیا ہے۔ پاکستانی فوج کو عوام سے الگ تھلگ کرنے کے لیے بعض جہادی تنظیموں پر پابندی لگا دی گئی۔ بغیر تحقیق کے ہر طرح کی تخریب کاری کا الزام پاکستان میں بھی جہادی تنظیموں پر لگایا جا رہا ہے حالانکہ پاکستان میں بھارتی ایجنسی ''را'' کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ ''را'' موساد اور امریکی ایجنسیوں کا باہمی تعاون بھی کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ پاکستان میں ہر تخریبی کارروائی کے پیچھے ان ایجنسیوں کا ہاتھ ہوتا ہے اور اس کا مقصد پاکستان میں ایف بی آئی اور امریکی خفیہ اداروں کے عمل دخل کو بڑھانا ہے۔ چنانچہ اخباری اطلاعات کے مطابق اس وقت تک پاکستان میں ایف بی آئی کے ایک سو سے زیادہ مراکز قائم ہو چکے ہیں اور اس سال ان کی تعداد کو ۱۵۰ تک بڑھانا مقصود ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف امریکی خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف ان کا سفارتی اور تجارتی عملہ پاکستان سے نکل رہا ہے۔ دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے پاکستانی فوج کو الگ تھلگ کرنے کے علاوہ قبائلی علاقوں میں امریکی کمانڈو آپریشن اور بعض دینی مدارس پر چھاپوں میں پاکستان کے مسلح دستوں کے تعاون نے قبائل میں ناراضی پیدا کر دی ہے جو پاکستانی فوج کے لیے ''ریزرو فوج'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حکومت اور فوج سے عوام، قبائل، دینی تنظیموں اور جہادی قوتوں کو کاٹنے کی اس کوشش کے بعد امریکی اشیرباد پر بھارتی فوجیں ہماری سرحدوں پر چوکس کھڑی ہیں۔ بھارتی پارلیمنٹ نے حکومت کو متفقہ طور پر پاکستان پر حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ بھارت کے آرمی چیف آف اسٹاف نے کہہ دیا ہے کہ وہ بھرپور حملہ کرنے کے لیے اشارے کے منتظر ہیں۔ بھارتی وزیراعظم واجپائی نے سری نگر پہنچ کر بھارتی فوجی دستوں سے خطاب کے ذریعے فیصلہ کن فتح تک جنگ کرنے کی دھمکی دے دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ کے وزیرخارجہ اور امریکی وزیردفاع نے بھارت اور پاکستان کا دورہ کر کے حکومت پاکستان سے کشمیری مجاہدین کی مدد سے دست بردار ہونے اور کنٹرول لائن کے آرپار آنے جانے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ بھارت، اسرائیل، امریکہ، برطانیہ کی اس ملی بھگت کے سامنے پرویز مشرف صاحب نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ کنٹرول لائن پر کشمیری مجاہدین کی آمدورفت پر پابندی لگانا ان کی لائف لائن کو کاٹنے کے مترادف ہے۔ اگرچہ کشمیری مجاہدین کی جدوجہد مقبوضہ کشمیر کے عوام اور وہاں کے نوجوانوں کی مرہون منت ہے لیکن پاکستان کے عوام اور حکومت کا اخلاقی اور قانونی فرض ہے کہ اس مزاحمت میں ان کا ساتھ دیں۔ پاکستان کی فوج یا حکومت کسی طرح بھی حق بجانب نہیں ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے لوگوں پر آزاد کشمیر کی سرحد بند کر دے۔ کنٹرول لائن کو تقدس فراہم کرنا اور اسے بین الاقوامی سرحد کی حیثیت دینا کشمیری عوام کے ساتھ بے وفائی ہے۔ کشمیریوں کے جس عزم و ہمت کو بھارت اپنی ۷ لاکھ مسلح افواج سے نہیں توڑ سکا اب بین الاقوامی دباؤ اور فوجی حملے کا خوف دلا کر وہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی حکومت اور فوج کو کشمیریوں کے اس عزم و ہمت کو توڑنے میں اپنا شریک کار بنا لے۔ کشمیریوں کی مزاحمت کے خلاف بھارت کی کوششوں کا ساتھ دینا بدترین جرم ہوگا اور اگر پرویز مشرف حکومت اس کا ارتکاب کرتی ہے تو اسے اپنے قومی مفادات اور مصلحتوں کا سودا کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جا سکتا۔

امن بلاشبہہ انسانی ضرورت ہے۔ ایٹمی طاقتوں کے درمیان جنگ کا امکان ایک خوف ناک صورت حال ہے لیکن کیا یہ خوف صرف ہم کو لاحق ہونا چاہیے اور اس خوف کے پیش نظر کیا ہمیں اپنی آزادی و خودمختاری

اور کشمیر کے بارے میں اپنے برحق موقف سے دست بردار ہو جانا چاہیے؟ اب تک پرویز مشرف حکومت نے دھمکیوں کے آگے سپر ڈال کر مسلسل قومی مفادات سے پسپائی اختیار کر رکھی ہے۔ چنانچہ بھارتی وزیراعظم واجپائی نے واشگاف طور پر کہہ دیا ہے کہ جنگ لڑے بغیر ہم نے اپنے اہداف حاصل کر لیے ہیں۔ کیا اب تک کے واقعات یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں کہ امریکہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو کوئی وقعت نہیں دے گا، چاہے ہم اس کی خوشنودی کی خاطر ہر ذلت گوارا کرنے پر تیار کیوں نہ ہو جائیں!

ہماری ایٹمی قوت کا کیا فائدہ، اگر اس کے ذریعے ہم بھارت کو جنگ سے باز نہ رکھ سکیں۔ اگر اپنی ایٹمی قوت کو بھی ہم امریکی نرغے میں دے دیں تو اپنی غلامی پر آخری مہر ثابت کر دیں گے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم قومی عزم اور قومی غیرت کو للکاریں۔ اس کے لیے فوج اور عوام میں حائل کی جانے والی خلیج کو مٹانے کی ضرورت ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ ملک کی آزادی و خودمختاری اور اس کے اسلامی تشخص کو محفوظ کرنے اور دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے فوج اور عوام ایک ہو جائیں۔

خطرات کے اس ہجوم میں متحدہ مجلس عمل کا قیام امید کی ایک کرن ہے۔ آج سے ایک سال قبل اسلام آباد میں چھ جماعتوں کے سربراہوں نے ایک اعلان پر دستخط کیے اور اس کے ذریعے انھوں نے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا مقابلہ کرنے اور پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کا فیصلہ کیا۔

سب نے اتفاق کیا کہ مشترک بنیاد کے طور پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس طرح انھوں نے اس پروپیگنڈے کا مثبت جواب دے دیا کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ کسی ایک موقف پر متحد نہیں ہو سکتے۔ یہ اتحاد الحمدللہ اب آگے بڑھ رہا ہے۔ مشترکہ دستور اور مشترکہ انتخابی منشور منظور ہو چکا ہے۔ مرکزی سطح کی تنظیم مکمل ہو گئی ہے اور صوبائی اور ضلعی تنظیمیں ان شاء اللہ جولائی کے پہلے ہفتے تک مکمل ہو چکی ہوں گی۔ رابطہ عوام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مینار پاکستان میں عظیم الشان کشمیر کانفرنس میں کشمیریوں کی جدوجہد آزادی اور جہاد کشمیر کے ساتھ یک جہتی کا اعلامیہ پڑھ کر سنایا گیا اور اس کی منظوری حاصل کی گئی۔ متحدہ مجلس عمل ان شاء اللہ دشمن کی کھڑی کی گئی تعصبات کی دیواروں کو گرانے کا سبب بنے گی۔ ان دیواروں کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ صدیوں تک اغیار نے انھیں پختہ کرنے اور مسلمانوں کو مستقل طور پر ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے ان دیواروں کو اُونچا کرنے کا کام کیا ہے۔ لیکن الحمدللہ بیداری کے اس دَور میں ان لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو ان سازشوں کے مضمرات کو جانتے ہیں اور اتحاد کی برکات سے واقف ہیں۔ چیلنج اتنا بڑا اور خوف ناک ہے کہ الگ الگ اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ لسانی، علاقائی، نسلی اور

فرقہ وارانہ اختلافات سے بالاتر ہونے کے علاوہ اُمت مسلمہ کے لیے بچاؤ کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

خوش قسمتی سے عوام میں یہ شعور بیدار ہو چکا ہے اور دینی جماعتوں کی قیادت اور اُن کے کارکنوں پر عوام اتحاد کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ قیادت کے اندر خود بھی اتحاد کی ضرورت کا ادراک موجود ہے۔ چند سالوں کے باہمی رابطے کے نتیجے میں دینی زعما میں باہمی اعتماد اور بے تکلفی پیدا ہوئی ہے۔ یہ بے تکلفی بدظنی کو ختم کرنے اور حسن ظن پیدا کرنے کا موجب بنی ہے۔ مشترکہ جدوجہد کے نتیجے میں ان شاء اللہ یہ حسن ظن کارکنوں تک پہنچ جائے گا اور انتخابی مہم میں ایک نشان کے تحت شریک ہونے کے نتیجے میں دینی جماعتوں کا ایک متحدہ تشخص اُبھرے گا۔ ان شاء اللہ اس مشترکہ جدوجہد کے نتیجے میں علاقائی اور لسانی تعصبات ماند پڑ جائیں گے۔

اس کے لیے دینی جماعتوں کی قیادت کے ساتھ ساتھ کارکنوں پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ آپس میں گہرے دوستانہ روابط قائم کریں۔ ایک دوسرے کی مساجد' مدارس اور نشست گاہوں میں بلاروک ٹوک آمدورفت جاری رکھیں' باہمی تحفے تحائف کا تبادلہ کریں اور مشترک موضوعات پر گفتگو کے ذریعے خوش گوار ماحول پیدا کریں۔ اختلافی موضوعات پر گفتگو سے احتراز کریں۔ ایک دوسرے کی عیادت کریں' تعزیت کی مجالس میں شرکت کریں اور عوام الناس کو اتحاد کی برکات سے آگاہ کریں۔

اس موقع پر مشرف حکومت کو متحدہ مجلس عمل کی قیادت کے ساتھ درج ذیل ایجنڈے پر کھلے دل سے گفتگو کا آغاز کرنا چاہیے:

- آئین پاکستان کی بحالی' جو اسلام' پارلیمانی جمہوریت' بنیادی حقوق' مرکز اور صوبوں میں اختیارات کی تقسیم (وفاقیت) اور صدر اور وزیراعظم کے درمیان اختیارات کی تقسیم کی متفق علیہ قومی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
- اس آئین میں ردوبدل سے احتراز کیا جائے۔
- نیشنل سیکورٹی کونسل قائم کرنے کے خیال کو ترک کر دیا جائے۔
- آزادانہ انتخابات کرانے کے لیے الیکشن کمیشن کی ازسرنو تشکیل کی جائے۔
- کشمیری مجاہدین کا ساتھ دیا جائے اور کشمیر پالیسی میں تبدیلی سے گریز کیا جائے۔
- پاکستان میں امریکی فوجی اڈے اور امریکی ایف بی آئی کے مراکز ختم کر دیے جائیں۔
- ذرائع ابلاغ کی اصلاح کی جائے اور انھیں اسلامی تعلیمات کے مطابق بنایا جائے۔
- نصاب تعلیم میں ردوبدل کرنے کے غیر ملکی دباؤ کو مسترد کیا جائے اور تعلیم کو اسلامی نظریے سے مکمل

طور پر ہم آہنگ کر دیا جائے۔

- پرویز مشرف صاحب چیف آف اسٹاف آرمی کا عہدہ اپنے کسی معتمد ساتھی کے حوالے کر دیں۔
- حاضر سروس فوجی افسران کو فوجی ڈیوٹیاں سرانجام دینے کے لیے واپس بلا لیا جائے۔

اگر پرویز مشرف صاحب اس ایجنڈے پر متحدہ مجلس عمل کی قیادت کے ساتھ متفق ہو جائیں تو ملک و قوم کو درپیش چیلنج کا ان شاء اللہ مل کر مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح انھیں قوم کا خوش دلانہ تعاون حاصل ہو سکتا ہے اور ہم بیرونی سازشوں کا شکار ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اس سے فوج اور عوام میں افتراق پیدا کرنے کی سازشیں دم توڑ دیں گی اور پاکستان اُمت مسلمہ کے لیے ایک ناقابل تسخیر حصار بن کر اُبھرے گا۔

افغانستان کے حالات میں بھی ایک پہلو سے ہمارے لیے رہنمائی ہے۔ وہاں حال ہی میں لویہ جرگہ منعقد کیا گیا ہے۔ امریکی ڈالروں اور سنگینوں کے سائے میں منعقد ہونے والا لویہ جرگہ ایک تماشا تھا۔ اگرچہ علامہ اقبالؒ نے تو مغربی جمہوری نظام کو بھی تماشا قرار دیا تھا:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبال کا منشا یہ تھا کہ انسان کو جو چیز ظلم سے باز رکھتی ہے وہ اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی ہے۔ افغانستان میں طالبان نے بساط بھر کوشش کی تھی کہ حق حکمرانی کو شریعت کے حدود کا پابند بنا دیں۔ اس سے وہاں عدل و انصاف قائم تھا جس کا پھل جان' مال اور عزت و آبرو کا تحفظ تھا۔ طالبان کے زیر کنٹرول علاقے میں مثالی امن قائم ہو گیا تھا۔

افغان معاشرے میں مسجد اور ملا کو مرکزیت حاصل ہے۔ طالبان حکومت کو مسجد اور ملا کی پشت پناہی حاصل تھی۔ یہ ادارہ ملک کے دُور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر محلے اور ہر گلی کوچے میں مسجد' امام' خطیب' مدرسہ' طالب علم اور ان کے متعلقین کا جال بچھا ہوا ہے۔

طالبان کے دور حکومت کے مثالی امن کا بنیادی سبب مسجد اور ملا' امام و خطیب و مقتدی کے اس روحانی نظام اور حکومت کے درمیان مضبوط رابطہ تھا۔ ڈالروں اور سنگینوں کے زیر سایہ جو حکومت قائم ہو گی وہ اس ادارے کے خوش دلانہ تعاون سے محروم ہو گی۔ اس وقت افغانستان میں شدید افراتفری اور بدامنی پھیل گئی ہے۔ چند بڑے شہروں پر غیر ملکی فوج کا قبضہ ہے۔ ملک کے طول و عرض میں ڈاکوؤں کا راج ہے۔ غیر ملکی قابض افواج کے خلاف آئے دن کارروائیاں ہو رہی ہیں اور اصلاح احوال کی صورت دُور دُور تک نظر نہیں

آتی۔ جب تک ملک کے علما اور روحانی قیادت کو دوبارہ اعتماد میں نہیں لیا جائے گا اس وقت تک کسی موثر حکومت کا کوئی امکان نہیں ہے۔

پاکستان میں بھی علما و مشائخ اور مسجد و مکتب کا یہ نظام موجود ہے۔ اگرچہ اس کا اثر و رسوخ اتنا ہمہ گیر نہیں ہے جتنا کہ افغانستان میں ہے' تاہم اگر حکومت کی سرپرستی انھیں حاصل ہو جائے اور یہ حکومت سے خوش دلانہ تعاون کے لیے تیار ہو جائیں تو امن و امان کا مسئلہ' تعلیم و تربیت کو عام کرنے کا مسئلہ' بستیوں اور گلی کوچوں کی صفائی کا مسئلہ اور لوگوں کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے کا مسئلہ حکومت اور مسجد و مکتب کے تعاون سے حل ہوسکتا ہے۔ یہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے متحدہ مجلس عمل کا قیام ایک اہم پیش رفت ہے۔

متحدہ مجلس عمل کو ایک ہمہ گیر قومی پلیٹ فارم بنانے کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔ اس میں اگر ایک طرف اعلیٰ ماہرین اور نیک نام سماجی اور سیاسی شخصیتوں کو شامل کرنا ضروری ہے تو دوسری طرف ان علما و مشائخ کا خوش دلانہ تعاون حاصل کرنا بھی ضروری ہے جو اس میں شامل کسی بھی جماعت کے دائرے میں شامل نہیں ہیں۔ اس طرح کے ماہرین اور علما و مشائخ کو شامل کرنے کے لیے راستہ نکالنا اور انھیں قیادت میں جگہ دے کر وسیع مشاورت میں شامل کرنا اصلاح احوال میں مفید ہوگا۔

خواص اور مختلف فنون کے ماہرین کے علاوہ عوام الناس کے ساتھ قریبی رابطہ قائم کر کے انھیں ووٹ دینے پر آمادہ کرنا اس مفروضے کو توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ عوام دینی جماعتوں کو حکومت قائم کرنے کے لیے ووٹ نہیں دیتے' اگرچہ ان کی ایک تعداد مختلف ایشوز کے حوالے سے ان کے کہنے پر سڑکوں پر آجاتی ہے۔ اس مفروضے کو توڑنے کے لیے گھر گھر انتخاب کے حوالے سے رابطہ کرنا' انتخابی منشور کو ایک ایک فرد تک پہنچانا اور اسلامی نظام کی برکات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

مینار پاکستان پر منعقدہ ۱۶ جون ۲۰۰۲ء کی کشمیر کانفرنس نے جمود توڑ دیا ہے۔ عوام جس بڑی تعداد میں اس میں شریک ہوئے ہیں اس کی مثال گذشتہ ۲۰ سال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ملکی معاملات سے لوگوں کی عدم دل چسپی اور لاتعلقی اصلاح کے کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لاتعلقی کو دُور کرنے کے لیے دینی حوالے سے قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کو تحرک کی برکات سمجھانے کی ضرورت ہے۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ط
اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا
قَلِیْلٌ o اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا لا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا ط

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (التوبہ ۹:۳۸'۳۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تمھیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا؟ ایسا ہے تو تمھیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔ تم نہ اُٹھو گے تو خدا تمھیں دردناک سزا دے گا' اور تمھاری جگہ کسی اور گروہ کو اُٹھائے گا' اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے' وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالاً وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (التوبہ ۹:۴۱)

نکلو' خواہ ہلکے ہو یا بوجھل' اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ' یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

حضور نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

لَغَدْوَۃٌ او رَوْحَۃٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا

اللہ کے راستے میں صبح کا ایک چلنا یا شام کا ایک چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

لوگوں کی اصلاح اور قومی مفاد کی خاطر اور ظلم کا نظام مٹانے اور عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی خاطر' لوگوں کی مایوسی دُور کرنے اور ان کے سینوں میں اُمید کا چراغ روشن کرنے کے لیے سعی و جہد کا دنیا میں بھی اجر ملے گا اور آخرت میں بھی۔ یہی تحرک بیداری پیدا کرنے کا سبب بھی بنے گا۔

اس وقت دینی جماعتوں کے اتحاد کے ذریعے تمام مسجدوں کے دروازے تمام دینی جماعتوں کے کارکنوں کے لیے کھل گئے ہیں۔ ائمہ اور خطبا کے لیے موقع ہے کہ آپس کے روابط کو مزید گہرا کریں۔ دینی جماعتوں کے کارکنوں کا بھی فرض ہے کہ اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھائیں اور عوام الناس کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے اپنا فرض ادا کریں۔

جہاد کا حقیقی مفہوم عدل و انصاف کے قیام کے لیے مسلسل حرکت میں رہنا ہے۔ جہاد مسلمان کا طریق زندگی ہے۔ الجھاد ماضٍ الی یوم القیمۃ ' جہاد قیامت تک جاری رہے گا کا یہی مفہوم ہے۔

بیدل کا مشہور شعر ہے:

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست
ما زندہ ازا نیم کہ آرام نہ گیریم

ہم ایسی موج کے مانند ہیں کہ اگر ٹھیر جائیں تو معدوم ہو جائیں۔ ہماری زندگی کا راز مسلسل حرکت میں ہے۔

آمرانہ نظام قائم کرنے کے خواہش مند فوجی جرنیل خاموش اکثریت کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیاسی اور دینی جماعتوں کو قوم کی حقیقی نمایندگی حاصل نہیں' کیونکہ قوم کی بڑی اکثریت خاموش ہے۔ اس ''خاموش اکثریت'' کی خاموشی کو توڑنے کی ضرورت ہے جو اپنی بے عملی کو چھپانے کے لیے یہ جملہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم سیاست میں نہیں ہیں۔ سیاسی امور سے لاتعلقی کا مطلب قومی امور سے اور اصلاح احوال کی کوششوں سے لاتعلقی ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے معاشرے کی اصلاح کی خاطر اجتماعی فریضے میں اپنا حصہ ادا کرنے سے لاتعلقی کا اعلان کوئی خوبی نہیں بلکہ عیب ہے۔ سیاسی معاملات سے عدم دل چسپی ایک ایسا روگ ہے جو ہماری قومی زندگی میں سرایت کر چکا ہے۔ اگرچہ اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جنھوں نے فریب' جھوٹ اور مکر کو سیاست کا نام دے دیا ہے لیکن عوام الناس کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ سیاست قومی معاملات کی اصلاح کا نام ہے اور یہ ایک اجتماعی دینی فریضہ ہے۔ اسلامی حکومت کا قیام حضور نبی کریمؐ کی سنت ہے اور اسلامی حکومت کے قیام کی کوششوں میں ہر مسلمان کو شریک ہونا چاہیے:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است
در شبستان حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید
از کلید دین در دنیا کشاد
ہمچو او بطن ام گیتی نزا

مسلمان کے دل میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچی بسی ہے۔ ان کی نسبت سے ہماری آبرو قائم ہے۔ انھوں نے حرا کی تاریکیوں میں خلوت اختیار کی تو وہاں سے نکل کر قوم و آئین اور حکومت بنائی۔ انھوں نے دین کی چابی سے دنیا کا دروازہ کھولا۔ اس کائنات میں ان کی سی شان والا کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔

دین و سیاست الگ نہیں ہیں بلکہ دین دنیا کی زندگی گزارنے کا سلیقہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے جنھوں نے جہد مسلسل کے ذریعے اسلامی حکومت قائم کر کے عدل و انصاف کا بول بالا کیا۔

تبدیلی

ہم پابند وقت نہیں
ہم پابند وقت بن جائیں

ہم نماز میں دیر سے پہنچتے ہیں
ہم نماز میں وقت پر پہنچنے لگیں

ہم دفتر دیر سے آتے ہیں
ہم دفتر وقت پر آنے لگیں

ہم اپنے ذمے کام لیتے ہیں، وقت پر کر کے نہیں دیتے
ہم وقت پر کر کے دینے لگیں

ہم وقت مقررہ پر قرض ادا نہیں کرتے
ہم ادا کرنے لگیں

ہم نیکی کی باتیں سن کر عمل کا ارادہ کرتے ہیں، مگر کرتے نہیں
ہم نیکی کے وہ کام تو کرنے لگیں جن کا ارادہ کرتے ہیں

ہم کتنی برائیوں سے بچنے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن نہیں بچتے
ہم ان برائیوں سے تو بچنے لگیں جن کا ارادہ کرتے ہیں

تبدیلی کیسے آئے؟

ہم چاہتے ہیں کہ کافر مسلمان ہو جائیں، بے عمل مسلمان باعمل ہو جائیں، بے نمازی نمازی بن جائیں ــــــ یہ کیسے ہو!

تبدیلی کیسے آئے؟

(خیرخواہ)

حکمت مودودیؒ

اسلام: سلامتی کا دین

اسلام پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ایک طرف اس کے معنی امن و سلامتی ہیں مگر دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ اگر ادیانِ باطل کے حامی خدا کی زمین پر باطل قوانین کو جاری کریں تو اس فتنے کو بزورِ شمشیر مٹایا جائے گا۔ یہ بظاہر تضاد ہے اور لا اکراہ فی الدین کے بھی خلاف ہے۔ یہ بات بھی کھٹکتی ہے کہ مخالفین کو اپنے مذہب اور عقیدے پر قائم رہنے کی آزادی تو ہو لیکن انھیں اس کی اشاعت اور تبلیغ کی آزادی نہ ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر کی ملازمت بھی اختیار کی تھی جس کا عقیدہ مشرکانہ تھا اور تبلیغ بھی کرتے رہے۔ اگر ایسا ہے تو مسلمان کہیں بھی مخلوط آبادی میں امن سے زندگی نہیں گزار سکتے۔ غیر مسلم ان سے کیوں رواداری برتیں اور تبلیغ کی اجازت دیں' جب کہ مسلمان ان کے خلاف علَم جہاد بلند کر رہے ہوں۔ ایسی جماعت کا وجود ہی غیر مسلموں کے لیے کھلا چیلنج ہوگا۔ اس کو کون برداشت کرے گا؟ مسلمانوں کو تو غیر مسلموں سے رواداری کا ثبوت دینا چاہیے اور جو حق اپنے لیے رکھتے ہیں وہی حق دوسروں کو بھی دینا چاہیے۔ یہ اعتراض ترجمان القرآن کے ایک قاری نے اٹھایا تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس کا جواب دیا۔ یہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (ادارہ)

یہ بحث تو بعد میں ہوتی رہے گی کہ اسلام امن اور سلامتی کا مؤید کس معنی میں ہے اور لا اکراہ فی الدین اور لکم دینکم ولی دین کا کیا مطلب ہے اور یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبوت کرنے آئے تھے یا تلاشِ روزگار میں نکلے تھے' ان سب باتوں سے پہلے اس سوال کا تصفیہ ہونا چاہیے کہ فی الواقع اسلام کا مشن اس دنیا میں ہے کیا؟

کیا وہ جبّاروں کی سواری کے لیے انسانوں کو سدھانے آیا ہے تاکہ ہر جبّار جب دنیا میں خدائی کرنے اُٹھے تو اسلام کے پیرووں کو اپنا اطاعت گزار خادم پائے؟ کیا اس نے دنیا کی حکومتوں اور سلطنتوں کے لیے پُرامن رعیّت فراہم کرنے کا اجارہ لیا ہے کہ ہر حکومت کو اپنی مشینری چلانے کے لیے اسلام کے کارخانے سے ہر قسم کے ڈھلے ڈھلائے پُرزے حاصل ہو جایا کریں' قطع نظر اس سے کہ حکومت کا نظام کچھ ہو؟ کیا اس کا کام بس یہی ہے کہ چند عقائد اور چند اصولِ اخلاق کی تعلیم دے کر آدمیوں میں اتنی لچک اور اتنی نرمی پیدا کر دے کہ

وہ ہر نظامِ تمدن میں بآسانی کھپ سکیں بلالحاظ اس کے کہ اس نظام کی نوعیت کیسی ہی ہو؟ اگر معاملہ حقیقت میں یہی ہے تو اسلام بودھ مذہب اور سینٹ پال کی بنائی ہوئی مسیحیت سے کچھ بہت زیادہ مختلف چیز نہیں ہے اور یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسے مذہب کی کتاب میں قاتلوھم جیسا خوف ناک لفظ سرے سے آیا ہی کیوں۔ اسے تو اپنے پیرووں کو جنگ اور جہاد کا حکم دینے کے بجائے اپنے مخالفین سے یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہم غریبوں کو آخر کیوں مارتے ہو؟ ہم نہ نظامِ حکومت میں کوئی انقلاب کرنا چاہیں' نہ نظامِ تمدن میں کسی ترمیم و تنسیخ کی دعوت دیں' اقتدار کسی کا ہو اس کے ماتحت پُرامن باشندوں کی حیثیت سے رہنا ہمارا مسلک اور حکومتِ وقت کی وفاداری ہمارا دین وایمان' پھر ہم سے تمھیں پرخاش کی کیا وجہ؟ رہا ہمارا مذہبی عقیدہ اور ہمارا پوجا پاٹ کا نظام تو اس سے تمھارا کیا بگڑتا ہے' تمھارا کون سا تمدنی ادارہ اور کون سا مفاد ایسا ہے جس پر ہمارے عقیدے یا ہماری پوجا کی ضرب پڑتی ہو۔ یہ جواب اگر اچھے معقول پیرایے میں دیا جاتا اور عملاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیرو وفادارانہ خدمات بھی انجام دیتے رہتے تو مشرکین مکہ ہمارے انگریز آقاؤں کے مقابلے میں کچھ ایسے زیادہ نامعقول نہ تھے کہ مسجدوں میں اذان ونماز کی آزادی اور تبلیغی انجمنوں کے قیام کی اجازت نہ دیتے۔

لیکن اگر حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ اسلام خود اپنا ایک نظامِ زندگی رکھتا ہے جس میں عقائد' اخلاق اور عبادات کے ساتھ انفرادی طرزِ عمل اور اجتماعی زندگی کے تمام معاملات سے متعلق احکام وقوانین بھی ہیں' اور اسلام کی دعوت اپنے اس پورے نظام کی طرف ہے' اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ یہی نظام حق ہے اور اسی میں انسان کی فلاح ہے اور اس کے سوا ہر دوسرا نظام باطل ہے' تو اس کے ساتھ یہ قطعی ناگزیر ہے کہ وہ زمین میں اپنے نظام کے قیام اور دوسرے نظامات کے مٹانے کا بھی متقاضی ہو' کیونکہ اول تو ایک نظامِ زندگی کو حق اور صدق ہونے کی حیثیت سے پیش کرنا اور پھر عملاً اس کی اقامت کی دعوت نہ دینا سراسر ایک مہمل بات ہے اور اس سے بھی زیادہ مہمل بات یہ ہے کہ دوسرے نظامات کو باطل بھی کہا جائے اور ان کے وجود کو برداشت بھی کیا جائے۔

دوسرے' یہ بات بداہتہً محال ہے کہ ایک نظامِ زندگی کی پیروی کسی دوسرے نظامِ زندگی کے ماتحت رہتے ہوئے کی جاسکے۔ اس لیے وہ صرف ایک فاترالعقل ہی ہوسکتا ہے جو ایک ہی وقت میں اپنے پیش کردہ نظام کی پیروی کا مطالبہ بھی کرے اور ساتھ ہی دوسرے نظامات کے اندر پُرامن وفادارانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم بھی دے۔ پس اسلام کا ایک نظامِ زندگی کی طرف دعوت دینا عین اپنی فطرت میں اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ دوسرے نظامات کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے نظام کی اقامت کا مطالبہ کرے' اور اس مقصد کے لیے اپنے پیرووں کو جدوجہد کی ان تمام صورتوں کے اختیار کرنے کا حکم دے جن سے یہ مقصد حاصل ہوا کرتا ہے' اور مدعیانِ اتباع کے ایمان وعدمِ ایمان کا نشانِ امتیاز اسی کو قرار دے کہ آیا وہ اس جدوجہد میں جان ومال کی بازی

لگاتے ہیں یا باطل نظامات کے ماتحت جینے پر راضی رہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں کو اُٹھا کر دیکھ لیجیے' آپ کو صاف نظر آ جائے گا--- بشرطیکہ دل میں کوئی چور نہ ہو--- کہ اسلام نے یہی دوسری پوزیشن اختیار کی ہے نہ کہ پہلی۔

جب حقیقت یہ ہے اور ہم اسلام کی اس حقیقت کو جان کر اس پر ایمان لائے ہیں تو یقیناً ہمارے وجود کو ہر غیر اسلامی حکومت کے لیے کھلا چیلنج ہونا چاہیے۔ کوئی اس کو برداشت کرے یا نہ کرے' غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و تعامل ہو سکے یا نہ ہو سکے' بہر حال اگر ہم اپنے ایمان میں صادق ہیں تو ہمارا کام یہی ہے کہ جہاں بھی خدا کا قانونِ شرعی نافذ نہیں ہے وہاں اس کے نفاذ کے لیے علَمِ جہاد بلند کریں۔ ہمارا مسلمان ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ جو لوگ خدا سے پھرے ہوئے ہیں وہ اسے برداشت بھی کریں' اور نہ غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و تعامل ہمارے لیے اس قدر قیمتی ہے کہ جس نظامِ زندگی پر ہم ایمان لائے ہیں اس کے قیام کی جدوجہد صرف اس لیے چھوڑ دیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعاون و تعامل اس صورت میں نہ ہو سکے گا۔ اسلام بے شک امن اور سلامتی کا حامی اور مؤید ہے' مگر اس کی نگاہ میں امن اور سلامتی وہی ہے جو حدود اللہ کی اقامت سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کسی نے امن اور سلامتی کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ شیطانی نظامات کے زیر سایہ اطمینان کے ساتھ سارے کاروبار چلتے رہیں اور مسلمان کی نکسیر تک نہ پھوٹے' اس نے اسلام کا نقطۂ نظر بالکل نہیں سمجھا۔ اسے اچھی طرح معلوم ہو جانا چاہیے کہ اسلام ایسے امن اور ایسی سلامتی کا ہرگز حامی و مؤید نہیں ہے۔ اسے دوسروں کا قائم کردہ امن نہیں بلکہ اپنا قائم کردہ امن مطلوب ہے اور اسی میں انسان کی سلامتی دیکھتا ہے۔

رہا لا اکراہ فی الدین ' تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسلام اپنے عقائد زبردستی کسی سے نہیں منواتا کیونکہ یہ منوانے کی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح وہ اپنی عبادات بھی' جن کا لازمی تعلق اس کے عقائد سے ہے' زبردستی کسی پر مسلّط نہیں کرتا' کیونکہ ایمانِ صحیح کے بغیر وہ بے معنی ہو جاتی ہیں۔ ان دونوں امور میں وہ ہر ایک کو آزادی دینے کے لیے تیار ہے لیکن وہ اس کے لیے تیار نہیں ہے کہ قوانینِ تمدن جن پر اسٹیٹ کا نظام قائم ہوتا ہے' خدا کے سوا کسی اور کے بنائے ہوئے ہوں اور خدا کے باغی اُن کو نافذ کریں۔ اس معاملے میں بہر حال ایک فریق کو دوسرے فریق کے مذہب میں مداخلت کرنی ہی پڑے گی' تو بجائے اس کے کہ کافر اہل ایمان کے مذہب میں مداخلت کریں' زیادہ بہتر یہ ہے کہ اہل ایمان اُن کے مذہب میں مداخلت کریں۔ نہ کریں گے تو خدائی مذہب کا ایک بڑا حصہ معطل ہو جائے گا اور اہل ایمان کی زندگی کے ایک بڑے حصے پر کفار کا مذہب مسلّط ہو گا۔

(اشارات' ترجمان القرآن ' شعبان ۱۳۶۱ھ' ستمبر ۱۹۴۲ء' جلد ۲۱' عدد ۲' ص ۵-۸)

اندازِ بیان

پہلا انداز: منتظم

۱۔ امید کے صیغے میں گفتگو کرنا

۲۔ حتمی نتیجے کو سرفہرست رکھنا

۳۔ حرکت پر زور دینا' ترقی کی فکر کرنا

۴۔ مقاصد کو سامنے رکھنا

دوسرا انداز: مفکر

۱۔ تفصیلات کو دیکھنا' دلائل کو تولنا

۲۔ سوالات پوچھنا

۳۔ محتاط الفاظ استعمال کرنا

۴۔ صحیح ہونے پر زور دینا

تیسرا انداز: خطیب

۱۔ مرصع اور لچھے دار گفتگو کرنا

۲۔ تکرار اور مزاح کا استعمال کرنا

۳۔ ہاتھوں اور چہرے کے بدلتے انداز کا استعمال کرنا

۴۔ وضاحت نہ کرنا' ذمہ داری سے بچنا

چوتھا انداز: رفیق

۱۔ انسانی جذبات کو مقدم رکھنا

۲۔ اختلاف اور تکرار سے بچنا

۳۔ وفاداری اور انہماک کا مظاہرہ کرنا

۴۔ اجتماعیت کو قائم رکھنا

خیر کثیر

سورۃ الکوثر کے نظم کی روشنی میں

امام فخر الدین رازیؒ

ترجمہ: عبدالرحمٰن الکاف

یہ سورہ اس سے پہلے کی سورتوں کا تتمہ اور تکملہ ہے اور اس کے بعد کی سورتوں کی اصل ہے۔ جہاں تک تتمہ اور تکملہ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف کے لیے خاص کیا اور اس میں آپؐ کے حالات تفصیل سے بیان کیے۔ اس کی ابتدا میں تین ایسی چیزیں بیان کیں جن کا تعلق آپؐ کی نبوت سے ہے: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ ۹۳:۳-۵) ''تمھارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً تمھارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے' اور عنقریب تمھارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے''۔ پھر اس سورہ کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے تین دنیاوی احوال کے ذکر پر ختم فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ○ (۹۳:۶-۸) ''کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟ اور تمھیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ اور تمھیں نادار پایا اور پھر مال دار کر دیا''۔

سورہ الم نشرح میں ان تین چیزوں کا ذکر فرمایا جن کے ذریعے آپؐ کی عزت افزائی فرمائی: شرحِ صدر (سینے کو کھول دینا)' بوجھ کو اُتار دینا' اور آپؐ کے ذکر کو اُونچا کرنا۔

اس کے بعد سورۃ التین میں مزید تین قسم کی چیزوں سے آپؐ کی عزت افزائی فرمائی۔ آپؐ کے شہر کی قسم کھائی' اس امر سے خبردار فرمایا کہ آپؐ کی اُمت نجات پائے گی: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (التین ۹۵:۶) ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے''۔ اور اپنے اس قول کے ذریعے آپؐ کی اُمت کے ثواب پانے کا ذکر فرمایا:

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○ (التین ۹۵:۶) ''ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے''۔

سورۃ العلق میں آپؐ کو تین قسم کی چیزوں سے سرفراز فرمایا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ (العلق ۹۶:۱) ''پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ''۔ اور آپؐ کے دشمن کی رسوائی سے یہ کہہ کر خبردار فرمایا: فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ (۹۶:۱۷-۱۸) ''وہ بلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے''۔ آپؐ کو قربت عطا کرنے کا اعلان یوں فرمایا: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○ (۹۶:۱۹) ''اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو''۔ سورۃ القدر میں آپؐ کو لیلۃ القدر کے ذریعے عزت بخشی اور اس میں تین فضیلتیں ہیں: وہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں ملائکہ اور جبرئیل اترتے ہیں، اور یہ کہ وہ رات طلوع فجر تک ہر چیز اور ہر امر کے لیے امن و امان اور سلامتی کا باعث ہے۔

سورۂ بینہ میں آپؐ کو تین چیزوں سے عزت بخشی: آپؐ کی اُمت کے افراد انسانیت کے گل سرسبد ہیں، ان کا بدلہ جنت ہے، اور یہ کہ ان کا رب ان سے راضی ہوا۔

اب رہی سورۃ الزلزال تو اس میں تین چیزوں کے ذریعے آپؐ کی عزت افزائی کی گئی ہے: زمین کا یہ اعلان کرنا کہ آپؐ کی اُمت مطیع و فرماں بردار ہے، وہ اپنے اعمال کا نظارہ کریں گے، اور وہ آخری ذرے تک اپنا ثواب وصول کریں گے۔

جہاں تک سورۃ العٰدیت کا تعلق ہے تو اس میں آپؐ کی اُمت کے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم کھائی اور ان گھوڑوں کو تین صفات سے متصف فرمایا۔ اس سے مراد یہ تین صفات ہیں: فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ○ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ○ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ○ (العدیت ۱۰۰:۳-۵) ''وہ صبح کے وقت حملہ آور ہوتے ہیں، اس موقع پر گرد و غبار اُڑاتے ہیں اور پھر اسی حالت میں (بے خوف و خطر) دشمنوں کی صفوں میں گھس پڑتے ہیں''۔

سورۂ قارعہ میں آپؐ کی عزت افزائی آپؐ کی اُمت کے ترازوؤں کے بھاری ہونے کے ذریعے کی اور یہ کہ وہ (جنت میں) دل پسند زندگی گزاریں گے اور اپنے دشمنوں کو دہکتی ہوئی آگ میں جلتا ہوا دیکھیں گے۔

سورۂ تکاثر میں آپؐ کے دین سے منہ موڑنے والوں کو تین باتوں کی دھمکی دی۔ وہ جہیم کو دیکھیں گے، اس کو یقین کی آنکھوں سے دیکھیں گے، اور پھر ان سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ سورۃ العصر میں آپؐ کی اُمت کی تین امور میں تعریف فرما کر آپؐ کی عزت افزائی فرمائی: ایمان، نیک اعمال اور خلق خدا کو خیر کی دعوت دینا، اور وہ ہے حق بات اور صبر کی وصیت اور تلقین کرنا۔

سورۂ ہمزہ میں آپؐ کے دشمن کو تین باتوں کی دھمکی دے کر آپ کو عزت بخشی: وہ دنیا سے فائدہ نہیں

اٹھائے گا۔ (بخل کی وجہ سے اور روپے پیسے کو سینت سینت کر اور گن گن کر رکھنے اور اس کو دیکھ دیکھ کر خوش ہونے اور خرچ نہ کرنے کی وجہ سے۔ مترجم)۔ اس کو آگ کا عذاب دیا جائے گا، اور اس کو آگ کے الاؤ میں بند کر دیا جائے گا۔

رہی سورۃ الفیل، تو اس میں آپؐ کی عزت افزائی تین چیزوں کے ذریعے کی گئی ہے: آپؐ کے دشمن کی چال کو گمراہی کا شکار بنا کر، ان پر ابابیل کے جھنڈ روانہ کر کے، اور ان کو بھس بنا کر۔

جہاں تک سورۂ قریش کا تعلق ہے، تو اس میں آپ کی عزت افزائی تین طرح سے فرمائی: آپؐ کی قوم کا سرمائی اور گرمائی سفروں سے مانوس ہونا، ان کو کھلانا پلانا، اور ان کو امن وامان سے روشناس کرانا۔

سورۃ الماعون میں آپؐ کے دشمن کی تین پہلوؤں سے مذمت فرمائی اور آپؐ کی قدر و قیمت میں اضافہ فرمایا: اس کی گراوٹ اور ذلالت اپنے اس قول میں بیان کی: فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ○ (الماعون ۱۰۷:۲-۳) ''وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا ہے''۔ آپؐ کا دشمن اپنے خالق کی عظمت کا اعتراف نہیں کرتا ہے، اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا: فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ○ (۱۰۷:۴-۷) ''پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں''۔ اور یہ کہ وہ لوگوں کو نہایت معمولی درجے کی چیزوں کے ذریعے بھی فائدہ پہنچانے سے ہاتھ روک لیتے ہیں: وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (۱۰۷:۷) ''اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں''۔

جب آپؐ کی عزت افزائی ان سورتوں میں مذکورہ عظیم پہلوؤں کے ذریعے کی تو فرمایا: اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ (الکوثر ۱۰۸:۱) ''ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دیا''، یعنی یہ فضیلتیں جن کا ذکر ان سورتوں میں ہوا ہے اپنی تعداد میں، اتنی کچھ زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو پانا ایسا ہی جیسا کہ ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں کرنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عظیم بات ہے۔ اس لیے اب آپؐ دنیا سے بے نیاز ہو کر اپنے رب کی عبادت کے ہو رہیں، اپنے نفس کے ذریعے جس کا ذکر: فَصَلِّ لِرَبِّكَ (پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو۔ ۱۰۸:۲) میں ہوا ہے، اور اپنے مال کے ذریعے جس کی طرف اشارہ یوں کیا گیا ہے: وَانْحَرْ (اور قربانی کرو۔ ۱۰۷:۲)، یا پھر انسانوں کو اس بہترین راہ کی طرف رہنمائی کر کے جس راستے کی رہنمائی: قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ (الکافرون ۱۰۹:۱-۲) ''کہہ دو کہ اے کافرو، میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو''...... اس سورہ کی آخری آیت تک کی گئی ہے۔ سورۂ کافرون سے سورۃ الکوثر کا تعلق، ربط اور نظم یہ ہے کہ الکافرون، الکوثر کا تتمہ اور تکملہ ہے، یعنی الکوثر اپنے بعد کی سورتوں کی اصل ہے اور وہ اس کی تتمہ اور تکملہ ہیں۔

اب رہا یہ پہلو کہ سورۂ کوثر اصل اور بنیاد ہے ان سورتوں کی جو اس کے بعد وارد ہوئی ہیں تو اس کے بعد قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کہہ کر آپؐ کو حکم دیا کہ ساری دنیا کے لوگوں سے ہاتھ کھینچ لیں، اور فرمایا کہ میں ان کی اذیت کا خاتمہ کروں گا۔ یہ امر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپؐ کی آپؐ کے دشمنوں کے خلاف مدد کی جائے۔ کیونکہ انسان کو اس کے دین و مذہب میں طعنہ مارنا اس کی اپنی ذات اور اہل (بیوی) کی ذات میں طعنہ مارنے سے زیادہ اذیت رساں ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہمت شکن امور میں سے ہے کہ اس کے آگے ہر شخص پست ہمت اور بزدل ہو جاتا ہے۔ جب حضرت موسٰیؑ اور حضرت ہارونؑ کو صرف ایک فرعون کے ہاں روانہ فرمایا تو انھوں نے کہا: اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْاَنْ یَّطْغٰی ○ (طٰہٰ ۲۰:۴۵) ''پروردگار، ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا پل پڑے گا''، جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کی طرف نبی اور رسول بنا کر روانہ کیے گئے تھے۔ اس طرح انسانیت کا ہر فرد آپؐ کے حق میں فرعون ہو گیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے (آپؐ پر چھا جانے والے) شدید خوف کے ازالے کے لیے یہ تدبیر اختیار فرمائی کہ اس سورہ کو، یعنی الکوثر کو پہلے رکھا، اور اس میں آپؐ کو خبردار فرمایا کہ آپؐ کو ایک ایسا خیر کثیر، الکوثر کے نام سے عطا کیا گیا ہے جس میں ریاست، قیادت اور دنیا کی کنجیاں بھی شامل ہیں۔ اس لیے آپؐ ان اشیا کی طرف نہ دیکھیں جو ان کے ہاتھوں میں دنیاے فانی کے سامان کی شکل میں پائی جاتی ہیں بلکہ یہی ان کے خلاف جہاد کرنے، ان سے عداوت کرنے اور اعلانِ حق کرنے کا سبب ہونا چاہیے، اور یہ اس لیے کہ آپؐ کو ان کے مال و اسباب میں کوئی رغبت اور دل چسپی نہیں ہے اور نہ آپؐ کی نظریں ان کے سامانِ زیست پر ہی ہیں۔

پھر سورۃ الکافرون کے بعد سورۂ نصر کا موقع و محل آ گیا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: میں نے تجھ سے خیر عام اور خیر کثیر کا وعدہ کیا تھا اور اس امر کا بھی وعدہ کیا تھا کہ تمھارا مشن کامیاب ہوگا، اور یہ بھی تم کو حکم دیا تھا کہ تم ان کے ادیان اور مذاہب کو باطل قرار دے کر ان کے معبودوں سے اپنی برأت کا اعلان کرو۔ جب تم نے میرے حکم پر عمل کیا تو میں نے فتح و نصرت کی صورت میں اپنا وعدہ پورا کیا اور تمھاری پیروی کرنے والوں کی تعداد کو کثیر کیا، اور ان کو اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل کیا۔

جب دعوت اور شریعت کے امور اپنے تمام و کمال کو پہنچے تو قلب اور باطن کی کیفیات بیان کرنا شروع کیں۔ یہ اس وجہ سے کہ یا تو طلب کرنے والے کی طلب صَرف کی حد تک محدود ہوتی ہے تو اس کے لیے ذلت، گراوٹ اور گھاٹے کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا ہے اور اس کا انجام آگ ہوتی ہے۔ سورۂ لہب سے یہی مراد ہے۔ اگر اس کا مقصد و مراد آخرت ہوتی ہے تو اس کا بہترین حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا نفس ایک ایسے آئینے میں بدل جاتا ہے جس میں موجودات کی صورتیں دیکھی جاتی ہیں۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مخلوق کے پاس خالق کو جاننے کے دو ہی طریقے ہیں: ان میں بعض نے کہا ہے کہ خالق کو جانو اور پہچانو اور اس کے واسطے سے اس کی مخلوقات کو جانو۔ یہ اُونچے درجے کا راستہ ہے۔ بعض لوگوں نے معکوس طریقے کا بیان کیا ہے' یعنی مخلوقات سے خالق کو جاننے کا طریقہ' اور یہ جمہور کا راستہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کا خاتمہ ایک ایسے طریقے سے فرمایا جو نہایت اعلیٰ اور ارفع طریقہ ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان کیں اور اپنے جلال کا ذکر فرمایا۔ یہ اس سورہ میں بیان فرمایا جس کو ہم سورۂ اخلاص کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ایسی سورہ کو جگہ دی جس میں رات کی تاریکی کو چھانٹ کر صبح روشن کو نکالنے اور اس کی مخلوقات کے درجات اور مراتب ہیں' ان کا ذکر کیا۔ اس کے بعد لوگوں میں انسانی نفس کے جو مراتب اور درجات ہیں' ان کا ذکر کیا' اور اسی پر اپنی کتاب کو ختم فرمایا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ان شریفانہ اسرار کی طرف عقول کی رہنمائی کی جو اس کی کتاب عزیز و مکرم میں پائے جاتے ہیں۔ (ماخوذ: تناسق الدرر فی تناسب السور' امام جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطیؒ' دار الکتب العلمیۃ' بیروت' ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۷ء' ص ۱۴۸-۱۵۱)

ترجمان القرآن کی ترسیل کا ایک تقریباً فول پروف سسٹم ہے۔ ہم دوبار چیک کرتے ہیں۔ تاہم پھر بھی اگر کسی کو رسالہ نہ ملے --- اور ۲'۳ فی صد ڈاک نہ پہنچنا بالکل ممکن ہے --- تو آپ ۱۰ تاریخ کے بعد خریداری نمبر کے ساتھ مطلع کریں۔ آپ کو رسالے کی فوری ترسیل کی جائے گی۔ شکایت ہمیشہ متعین کریں اور براہِ راست دفتر کو ارسال کریں۔ (مدیر انتظامی)

تصحیح

جون ۲۰۰۲ء کے شمارے میں

- (ص ۳' سطر ۲) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ
- (ص ۱۳' سطر ۷) ۶۰۰ ملین ڈالر
- (ص ۵۸' سطر ۲۴) لا طاعة لمخلوق

(ادارہ)

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبدالمالک

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب مدینہ طیبہ کے باہر کھلے میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک سوار تیزی سے ہماری طرف آ رہا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: لگتا ہے کہ سوار تمھارے ارادے سے آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ آدمی ہمارے پاس آ پہنچا۔ اس نے سلام کیا۔ ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ نبیؐ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے گھر، اولاد اور قبیلے کے پاس سے۔ آپؐ نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رسولؐ اللہ کے پاس جانے کا ارادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم نے پا لیا ہے۔ اب اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے ایمان کے متعلق بتلا دیجیے کہ وہ کیا چیز ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ اس نے جواب دیا: میں نے ان چیزوں کا اقرار کرلیا۔ اس کے بعد وہ روانہ ہونے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں چوہے کے بل میں دھنس گیا۔ اُونٹ گر گیا، آدمی بھی گر گیا۔ اس کی کھوپڑی زمین پر لگی۔ رسولؐ اللہ نے اسے گرتے دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ یہ سن کر حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ کودتے ہوئے گئے۔ اسے بٹھایا، سینے سے لگایا تو پتا چلا کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ تو فوت ہوگئے ہیں۔ اتنے میں رسولؐ اللہ نے اپنا رخ اس سے پھیرلیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے اس سے رخ پھیرلیا۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنت کے پھل ڈال رہے ہیں، تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ بھوک کی حالت میں فوت ہوگیا ہے۔ پھر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الانعام ۶:۸۲) ''حقیقت میں تو امن انھی کے لیے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ

نہیں کیا"۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کو اٹھاؤ۔ ہم نے اسے اٹھایا، پانی کے پاس لے گئے، غسل دیا اور حنوط کی خوشبو لگائی، کفن پہنایا، جنازہ پڑھا، قبر تک اُٹھا کر لے گئے۔ رسولؐ اللہ قبر کے کنارے تشریف لائے، فرمایا: قبر کو لحد کی شکل میں بناؤ کہ ہمارے لیے قبر لحد کی شکل میں ہوتی ہے، شق کی شکل میں دوسروں کے لیے ہوتی ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے: یہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جنھوں نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔ (الفتح الربانی، ج ۱، ص ۷۵)

حالتِ ایمان میں چند ثانیے ہی گزرے تھے، اعمال کا ذخیرہ جمع کرنے کا کوئی موقع ہی نہ ملا تھا کہ بلاوا آ گیا۔ اقرار کی سچی کیفیت ایسے فوری اجر کا سبب بنی کہ اللہ کے رسولؐ کو مشاہدہ بھی کرا دیا گیا۔ بھوکے پیاسے آنے اور پلٹ جانے کی ادا اللہ کو ایسی پسند آئی کہ فرشتے جنت کے پھل لے کر حاضر ہو گئے اور حوریں بھی لینے کے لیے جمع ہو گئیں۔

اپنے دل کا جائزہ لینا چاہیے کہ حقیقی ایمان کی کیفیت کے لحاظ سے کس عالم میں ہے؟ ہر وقت کی کیفیت مطلوب ہے کہ جب بلاوا آئے تو جانے والا اچھے حال میں ہو۔ تھوڑے اعمال کو زیادہ اجر کا باعث کیفیت ایمانی بناتی ہے۔

○

حضرت ام انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! مجھے وصیت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: گناہوں کو چھوڑ دو اس لیے کہ یہ سب سے افضل جہاد ہے۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، اس لیے کہ اس کے علاوہ تم کوئی بھی ایسا کام نہ کر سکو گی جو اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو۔ (طبرانی بحوالہ مختصر الترغیب، حدیث نمبر ۴۸۳)

گناہوں کو چھوڑنا نفس، شیطان اور شیطان کی آلہ کار قوتوں کو زیر کرنے کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔ ان طاقتوں سے لڑنا اور شکست دینا بلاشبہہ افضل جہاد ہے۔ اللہ کی یاد اس جہاد کا ہتھیار ہے۔ یہ یاد انسان کی دستگیری کرتی ہے اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ اسی واسطے نبیؐ نے فرمایا: کہ اللہ کو اتنا زیادہ یاد کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہیں۔ (مسند احمد)

○

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ کسی غزوہ کے ارادے سے جا رہے تھے۔ ایک دیہاتی کے خیمے کے پاس سے گزرے۔ دیہاتی نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ نبیؐ اور آپؐ کے ساتھی ہیں جو کسی غزوہ کے لیے جا رہے ہیں۔ اس نے پلٹ کر پوچھا (آخرت کا ثواب تو برحق ہے) کیا دنیاوی ساز و سامان بھی پائیں گے؟ جواب ملا: مال غنیمت بھی ملے گا، پھر اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ یہ سن کر دیہاتی نے اپنے اُونٹ کو رسی ڈالی اور قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ وہ اپنے اُونٹ کو نبیؐ کے قریب کرنے لگا اور صحابہ کرامؓ اس کے اُونٹ کو آپؐ سے دُور کرنے لگے۔ رسولؐ اللہ نے

فرمایا: اس نجدی کو میرے قریب آنے دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' یہ جنت کی راہ پر چلنے والوں میں سے ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد دشمن سے ٹکراؤ ہوا اور دیہاتی شہید ہوگیا۔ نبیؐ کو اطلاع دی گئی تو آپؐ اس کے پاس آئے۔ اس کے سرہانے بیٹھے' خوشی سے مسکرائے لیکن پھر اچانک اس سے رخ پھیر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپؐ کو خوش و خرم اور مسکراتے دیکھا' پھر آپؐ نے شہید دیہاتی سے رخ پھیر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے جو میری خوشی اور مسکراہٹ دیکھی اس کی وجہ اللہ کی طرف سے اس کی روح کا وہ اعزاز تھا جس کا میں نے مشاہدہ کیا اور اس سے میرا رخ پھیرنا اس سبب سے ہے کہ جنت کی حور جو اس کی بیوی ہے اس وقت اس کے سرہانے آکر بیٹھی ہے۔ (بیہقی بحوالہ مختصر الترغیب والترہیب' حدیث ۴۵۵)

بہ ظاہر تو یہ دیہاتی مال غنیمت کی تصدیق کر کے ساتھ آیا' لیکن اللہ جانتا تھا کہ یہ دراصل اخلاص سے شہادت کا طالب ہے۔ شہید کے ساتھ اللہ نے جو معاملہ کیا' وہ اپنے رسولؐ کو دکھا بھی دیا اور انھوں نے ہم سے بیان کر دیا۔ اس اجر اور اس کی سچی خبر پر یقین ہے کہ آج اُمت کے نوجوانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ لی ہے اور باطل کے لیے ڈراؤنا خواب بن گئے ہیں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو یہ سعادت حاصل کرتے ہیں۔

○

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: عطیہ جب تک عطیہ ہو اس وقت اسے قبول کرلو اور جب وہ دین پر رشوت بن جائے (دین فروخت کرنے کا عوض) تو اسے نہ لو۔ لیکن تم اسے نہ چھوڑو گے (یعنی مسلمانوں میں عملاً ایسے لوگ ہوں گے جو رشوت لیں گے' دین کو چھوڑ دیں گے' روپیہ نہ چھوڑیں گے) فقر اور حاجت مندی آڑے آجائے گی (اسے بہانہ بنالیں گے)۔

سنو! ایک وقت آئے گا' اسلام کی چکی گردش کرے گی۔ جدھر کتاب گردش کرے گی ادھر وہ بھی گردش کرے گی۔ سنو! ایک وقت آئے گا کہ کتاب اور اقتدار جدا جدا ہو جائیں گے۔ بس تم اس وقت کتاب سے جدا نہ ہونا۔ سنو! تم پر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں گے جو اپنے لیے ایسے فیصلے کریں گے جو تمھارے لیے نہیں کریں گے۔ اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو تمھیں قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان کی اطاعت کرو گے تو تم پر ظلم کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ایسے حالات میں ہم کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: اس طرح کا رویہ اختیار کرو جیسا اصحاب عیسٰیؑ بن مریمؑ نے اختیار کیا تھا۔ وہ آروں سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ اللہ کی اطاعت میں موت اللہ کی نافرمانی میں طویل زندگی سے بہتر ہے۔ (جامع المسانید السنن' حدیث نمبر ۸۷۵۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پہلے بھی دنیا نے اس کی صداقت کا مشاہدہ کیا اور اب بھی مشاہدہ کر رہی ہے۔ اقتدار اور کتاب کو ساتھ ساتھ بھی دیکھا۔ اب دونوں کو الگ الگ بھی دیکھ رہے ہیں۔ ایک

طرف اقتدار اور دوسری طرف کتاب ہے' ایک طرف معصیت اور دوسری طرف طاعت ہے' ایک طرف شہادت کے بعد ابدی زندگی اور دوسری طرف دنیا کی عارضی زندگی ہے۔ دونوں گروہ آمنے سامنے ہیں۔ ''پہلے ایمان'' والے بھی ہیں اور ''پہلے جان'' والے بھی ہیں۔ نبیؐ کی رہنمائی کو آنکھوں کا سرمہ بنانے والے بھی ہیں اور اس سے منہ موڑنے والے بھی۔ دونوں راستے سامنے ہیں' کون کس کا انتخاب کرتا ہے' یہ اپنی اپنی پسند اور اپنی اپنی ترجیح ہے۔ نبیؐ نے رہبری فرمادی ہے: اللہ کی طاعت میں موت اس کی نافرمانی میں طویل زندگی سے بہتر ہے!

○

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب (وہ غلام جو قیمت ادا کر کے مالک سے آزادی حاصل کرنے کا معاہدہ کرے) نے ان سے کہا: میں رقم کی ادایگی سے عاجز آ گیا ہوں' آپ میری اعانت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو مجھے رسولؐ اللہ نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر صبیر پہاڑ کے برابر بھی دین (قرض) ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے تیری طرف سے ادا کر دے گا۔ تم یوں کہا کرو: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سَوَاکَ ''اے اللہ! میرے لیے اپنے حلال کو کافی بنا کر اپنے حرام سے بے نیاز کر دے اور مجھے اپنے فضل کے سبب دوسروں سے مستغنی کر دے''۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی سے قرض یا اُدھار سودا لے' اللہ تعالیٰ کے علم میں بات ہو کہ وہ صدق دل سے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی طرف سے قرض یا اُدھار ادا کروا دیں گے۔ (الترغیب والترہیب)

قرض کی ضرورت ہر کسی کو پیش آ سکتی ہے جن کے پاس مال ہے وہ اعتماد سے دوسروں کی عارضی ضرورتوں کے لیے دے سکیں تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرض کی عدم ادایگی کا عام رجحان اس میں آڑے آتا ہے۔ قرض ادا نہ کرنے کا وبال سب مانتے ہیں (رسولؐ اللہ جنازہ بھی نہ پڑھتے تھے) لیکن اسے اہمیت نہیں دیتے۔ قرض دینے والا ہی ضرورت مند بن کر مقروض کے پاس دستِ سوال دراز کرتا ہوا جاتا ہے اور بار بار جاتا رہتا ہے۔ دینے والا 'غلطی' پر پچھتاتا ہے اور آیندہ دینے کے لیے احتیاط کا ارادہ کرتا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ جو ادا کرنے کی نیت رکھے اس کے لیے اللہ راستہ کھولتا ہے لیکن جس کی نیت قرض لیتے وقت ہی ادایگی کی نہ ہو' اس کی اللہ بھی مدد نہیں کرتا۔ جو ادایگی کے لیے پریشان ہوں' مذکورہ دعا ان کے لیے موثر وسیلہ ہے۔

اجتماعی اور ملکی سطح پر قرضوں میں جکڑ دیا جانا بھی بہت بڑی مصیبت ہے' خصوصاً کفار کے قرضوں کا بوجھ تو دین اور آزادی کے لیے بھی خطرہ ہے۔ لیکن اگر قوم صدق دل سے نجات پانا چاہے اور اس کے لیے اجتماعی توبہ اور دعا کو وسیلہ بنائے تو وہ اس بوجھ کے دباؤ سے نکل سکتی ہے۔ لیکن یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ اس کو ناگوار جانے اور اس کو مصیبت و لعنت سمجھے' نہ کہ نعمت و مدد۔

مکمل انسان‘ سچا انسان

مولانا عبدالقدوس ہاشمیؒ

میں نے پروفیسر کینٹ ول اسمتھ کو بڑا قابل‘ بڑا معقول اور ایک عمدہ آدمی پایا۔ میری ان سے بہت سی ملاقاتیں رہیں۔ ایک روز وہ کہنے لگے کہ کیا اسلام ہمیشہ سے تھا؟ میں نے کہا: بالکل‘ وہ تھا۔ کہنے لگے کہ اسلام کے لفظی معنی ہیں اطاعت کے لیے سر جھکا دینا۔ میں نے کہا: بالکل ٹھیک معنی‘ کس کی اطاعت کے لیے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ کی اطاعت کے لیے۔ میں نے کہا: اور یہ بتاؤ کہ اس کا علم کیسے ہوگا؟ ٹیلی فون پر تو اللہ تعالیٰ بولتے نہیں۔ ٹیلی گرام دو تو جواب نہیں دیں گے‘ خط لکھو تو جواب نہیں دیں گے‘ تو یہ معلوم کیسے ہوگا کہ ان کی اطاعت کیسے ہو؟

میں نے کہا: سنو! ایک لڑکا تھا‘ وہ کہتا تھا کہ یہ آدمی جو کھڑا ہے میرا ماموں ہے۔ میں نے کہا کہ واقعی تم کو معلوم ہے کہ یہ تمھارا ماموں ہے؟ تم اپنی ماں کو سچی سمجھتے ہو کہ یہ اس کا بھائی ہے؟ کہنے لگے: نہیں! ماں کی صداقت پر مجھے شبہہ ہے۔ میں نے کہا تو ماموں کیسے ہوئے؟ یہ بیان کر کے میں نے کہا بھائی! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن مجید کو خدا کی کتاب کہتے ہیں...... میں نے کہا: اچھا بھائی وہ جو خدا کی مرضی تھی‘ وہ مرضی معلوم کیسے کریں گے اور خدا کی اطاعت کیسے کریں گے؟ کوئی ذریعہ نہیں۔ اس لیے سیدھی بات کا اقرار کیجیے کہ اگر رسولؐ اللہ کی صداقت کا یقین ہے تو سمجھ میں آئے گا کہ یہ کیا ہے‘ ورنہ اس کے علاوہ سرے سے یہ عقل کی بات ہی نہیں کہ جب خدا کی مرضی نہیں معلوم تو خدا کی رضا کی کوشش کیسے ہوگی؟ کہنے لگے: یہ تو سب کہتے ہیں۔

میں نے کہا: اچھا عیسیٰ مسیحؑ کی زبان سے نکلا ہوا کوئی ایک ٹکڑا سنا دو جس میں وہ خدا کی مرضی بیان کرتے ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو نہیں ہے۔ میں نے کہا: پھر کس افسانے کی بات کرتے ہو‘ اس اسلام کی جو حضرت آدمؑ سے لے کر رسولؐ اللہ تک تھا‘ اس کی تعبیر صرف ایک ہی کر سکتے ہیں کہ جو رسولؐ اللہ نے کر کے بتلایا اور کہہ کے بتلایا۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی یہ بتایا ہوگا‘ حضرت ابراہیمؑ نے بھی یہی بتایا ہوگا‘ حضرت نوحؑ نے بھی یہی بتایا ہوگا لیکن بابا ہیں کہاں ان کے الفاظ۔ تم کہتے ہو کہ ترجمے کے ترجمے کا ترجمہ‘ اور اس کا ترجمہ کرنے

والے کا نام نہیں بتلاتے ہو'اس لیے کہ یہ مہمل سی بات ہے۔ ایک لطیفہ تو یہ سنا دیا آپ کو کہ اماں کو تو سچا نہیں کہیں گے لیکن ابا کو ابا کہیں گے' اچھا کیسے کہیں گے۔

ایسا اُلجھا ہوا دماغ ہے' معمولی مسائل ہیں' اور معلوم ہوگا کہ بات کہہ دی بڑی عالمانہ' حالانکہ انتہائی مہمل بات ہے۔ خبر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے' جب تک خبر لانے والے کی صداقت پر ایمان نہ ہو' خبر ہمیشہ محل صدق و کذب ہے۔ جب تک کہ مخبر کو صادق نہ مان لیا جائے' دنیا کا سارا انٹرنیشنل لاختم ہوجائے گا' دنیا کا نظام ختم ہو جائے گا۔ اگر اس قسم کی کوئی ترتیب نہ ہو تو رسولؐ اللہ مخبر ہیں اور ان کے علاوہ کسی اور مخبر کے الفاظ ہمارے پاس نہیں' پھر اس کے بعد اللہ کی اطاعت کے اور کون سے طریقے ہیں۔ اتنا غلط منطقی دعویٰ ہے یہ کہ اس کا جواب نہیں ہوسکتا' جب میں نے یہ سمجھایا تو خیر اِدھر اُدھر کی بات کرنے لگے' بس قضیہ ختم!

ایسے ہی ایک اور لطیفہ سنا دوں' جب میں چین گیا تو وہاں ڈاکٹر آف نیچرل گائڈنس بتلایا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا' سب غلط ہے کہ یہ ہوتا ہے' اور وہ ہوتا ہے۔ انھوں نے مجھ سے وقت لیا کہ ملنے آرہا ہوں۔ میں نے کہا کہ ضرور آیئے۔ آئے اور انھوں نے ایک گھنٹہ تقریر کی اور کہنے لگے کہ کوئی بات ہے پوچھنے کی؟ میں نے کہا: پوچھنے کی کیا بات رہی' زندگی بھر پریشان رہے کہ اس کے بعد جزا ہوگی یا سزا ہوگی' آج تم نے چھٹکارا دیا' اب جو جی چاہے سو کرو' شکریہ بھائی! اب کیا سوال کروں۔ انھوں نے کہا: نہیں نہیں کچھ سوال کرو!

میں نے کہا: اچھا بھائی! صرف یہ بتلا دیجیے کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا ہے' اس کی خبر آپ کو کیسے ہوگئی؟ کہنے لگے کہ یہ کیا سوال ہوا؟ میں نے کہا: سامنے ایک درخت ہے' اس کے پیچھے ایک مکان ہے' اس مکان میں کوئی عورت بیٹھی ہے کہ نہیں بیٹھی ہے' جواب دے سکتے ہو؟ اگر تم اس کا جواب ایجابی دیتے ہو کہ ہاں ہے تو تمھیں اس کا علم ہونا چاہیے' سلبی دیتے ہو تو اس کا علم ہونا چاہیے۔ اگر میں تم سے پوچھوں کہ تم نے اس کو وہاں جا کر دیکھا؟ اور جواب میں تم کہہ دو کہ کبھی نہیں دیکھا۔ اچھا اگر کسی دیکھنے والے نے تم کو جواب دیا' تب تم کیا کہہ سکو گے کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں' اچھا اب تمھارے جواب کی قیمت کتنی رہ گئی' حساب لگا کر بتاؤ' تو صفر' سرے سے بے معنی ہو کر رہ گئی' سارا جواب تمھارا صفر ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ تمھارے پاس علم ہی نہیں۔ اس لیے کہ نہ تم نے خود دیکھا' نہ کسی دیکھنے والے کو دیکھا' تو میں کہتا ہوں کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا' سوال جواب' اس کا تجربہ آپ کو کتنی بار ہوا' کتنی مرتبہ مر کر دیکھا؟ کہنے لگے کہ کبھی نہیں۔ میں نے کہا: کسی مرنے والے نے آ کے جواب دیا؟ کہنے لگے کہ وہ بھی نہیں' تو میں نے کہا اچھا مکمل جہالت پر یقین رکھتے ہو؟--- کیا قیمت ہوگی' مکمل جہالت' بے معنی' سرے سے غیر منطقی بات۔ میں نے کہا: تمھارے پاس کوئی ذریعہ نہیں' تو غصے میں

کہنے لگا کہ تمھارے پاس کیا ذریعہ ہے؟

میں نے کہا کہ میرے پاس ۵۲ برس کا بوڑھا، نہایت نیک آدمی چلا آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے معراج میں جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، چشم دید شاہد ہوں۔ اب دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں، یا وہ جھوٹا ہے یا سچا۔ میں نے تلاش کرنا شروع کیا تو ثوبیہ کو پکڑا، حلیمہ سے پوچھا، جس نے پہلا قطرہ دودھ پلایا تھا اس بوڑھے آدمی کو، اس نے کہا کہ نہیں، کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ حلیمہ سے پوچھا کہ تیری گود میں تتلا کر بولنا سیکھا تھا، اس نے کہا کہ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ عقبہ بن ابی معیط پھر ابولہب سے پوچھا، ابوجہل سے پوچھا اور بی بی سودہ بنت ابی زمعہ، سب نے کہا کہ نہیں صاحب اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو میں سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہوں کہ آخر یہ شخص، اپنے فائدے کے لیے جھوٹ نہیں بولتا ہے، اپنی مخالفت کے لیے جھوٹ کاہے کو بولے گا۔ تب ہم نے اس کو سچا تسلیم کیا، اس کی بات مان لی، اب بتاؤ بھلے اور بےوقوف آدمی کا فرق؟

میں ایک ڈاکٹر کے پاس پہنچا۔ اس نے میری نبض پکڑی اور کہا تم کو مزمن پیچش ہے اور اس نے شیشی نکال کر دی، اس کے اُوپر لکھا ہوا تھا، پوائزن، اور اس شیشی سے نکال کر ایک ٹکیہ دی کہ اس کو کھا جاؤ۔ تب میں نے نہ ڈاکٹر کی رجسٹریشن دیکھی اور نہ سرٹیفکیٹ دیکھا، بس دوا کھا گیا۔ انھوں نے کہا: ہاں، یہی ہوتا ہے۔ میں نے کہا: میرے دوست! تم نے ڈاکٹر کا بورڈ دیکھ کر اپنی جان اس کے حوالے کر دی تو تم بہت عقل مند ہو اور ہم نے ۵۲ برس ٹھونک بجا کر اس کو دیکھا اور اپنا ایمان اس کے حوالے کر دیا تو ہم بےوقوف ہیں!

دیکھیے اصل بات یہ ہے، ان لوگوں کے سوچنے کا انداز علمی طور سے غلط ہے، ان کا انداز فکر ہی اتنا غلط ہے کہ وہ غلط نتائج تک پہنچتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو یہ نظر آتا ہے کہ دنیا میں جتنی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں، وہ کسی ایک رخ کو متاثر کرتی ہیں، کوئی اقتصادی ہوتی ہے، کوئی سیاسی ہوتی ہے، مگر ایک تحریک ایسی پیدا ہوئی جس نے انسانی زندگی کے ہر رخ کو متاثر کیا۔ نکاح وطلاق کے قواعد بدل دیے، کھانے پینے کے اصول بدل دیے، سوچنے کے طرز بدل دیے، یہ بدل دیے، وہ بدل دیے۔

ایسی عظیم الشان تحریک جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتی چلی گئی اور اس تحریک کو برپا کرنے والا وہ بےبس انسان ہے جس کے پیچھے نہ کسی شہزادگی کی روایت ہے، نہ وہ کسی کالج کا سند یافتہ ہے، لیکن اس کے باوجود اس کی تحریک کامیاب ہوئی اور اتنی کامیاب ہوئی کہ اپنی زندگی ہی میں کمال تک پہنچتے دیکھا۔ ۹ لاکھ ۲۷ ہزار ۶ سو مربع میل پر اس کی حکومت قائم ہوگئی صرف ۱۰ برس کے اندر۔ جو دیکھتا ہے گھبرا جاتا ہے کہ ایسا بےکس آدمی کہ طائف کے بازار میں لوگ پتھر پھینک رہے ہوں اور کوئی ایک گلاس پانی تک دینے والا نہیں، اور صرف ۱۰ برس کے عرصے میں اتنے بڑے رقبے پر اس کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ ایسی کامیابی کس نے

دیکھی' جب کہ تاریخ انسانی کی ۷ ہزار برس کی معلوم تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ دنیا میں کسی تحریک چلانے والے نے اپنی زندگی میں اس کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھا۔ یاد رکھیے کہ انسانی زندگی اتنی چھوٹی ہے کہ کسی انسان کی زندگی میں کوئی تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ ایک واقعہ ہے انسانی تاریخ میں' صرف ایک واقعہ ہے کہ محمد رسولؐ اللہ نے تحریک چلائی اور اپنی زندگی میں کامیابی سے اس کو دیکھ لیا۔ جب ایسا واقعہ ان کی سمجھ میں آتا ہے انگریز بے چارے پڑھنے والے کے تو پھر وہ طرح طرح کی باتیں نکالتا ہے' کچھ جہالت سے' کچھ اپنے تعصب سے۔ اس کو اتنی موٹی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو صاحب ِایمان ہونے کی بنا پر رسولؐ اللہ پر ایمان کامل ہوگیا' یہ بات غیرمسلم کو سمجھ میں نہیں آتی......

اصل سوال یہ ہے کہ کائنات میں کچھ مقدس صداقتیں ہیں' ان پر سب متفق ہیں کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیے' جھوٹ نہیں بولنا چاہیے' بددیانت نہیں ہونا چاہیے وغیرہ۔ یہ عالم گیر صداقت ہے' اس میں کوئی اختلاف نہیں' اس میں کسی مذہب اور ملت کا بھی فرق نہیں ہے۔ بس اس صداقت والا آدمی دنیا سے گم ہوگیا تھا' انسان کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ رسولؐ اللہ کی جب بعثت ہوئی تو دنیا نے دیکھا کہ اچھا بھلا آدمی کسے کہتے ہیں' جب پہلی بار رسولؐ اللہ ایک بھلے آدمی نظر آ گئے تو بھلے آدمی کا جو پیمانہ انسانیت نے آدمؑ سے لے کر اب تک قائم کر رکھا تھا' اس پر ایک آدمی صحیح اُترا' اس کے بعد سب کے سب جھک گئے' یہی تو ایک آئیڈیل تھا جس کو دنیا تلاش کر رہی تھی' تو مستشرقین کے مطالعے کے لیے چاہیے کہ ہم ایک باقاعدہ لٹریچر پیش کریں۔ دنیا کو سمجھائیں کہ تم ایمان سے نہیں سمجھتے تو اتنا تو سمجھتے ہو کہ ''آئیڈیل انسان تھا' بھلا آدمی جو تھا وہ دنیا میں ۷ ہزار برس سے نہیں مل رہا تھا' مختلف وقتوں میں پیغمبر کوشش کرتے رہے' لیکن ایسا آئیڈیل نہیں مل رہا تھا اور جب رسولؐ اللہ کی ذات میں انسانیت نے ایسا آئیڈیل دیکھا تو (اسے تسلیم کرلیا)......

یہ اتنی موٹی سی بات ہے جو تم کو سمجھ میں نہیں آ رہی' تم دیکھو کہ اس ۹ لاکھ مربع میل میں کتنا حصہ ملٹری آپریشن کے ذریعے آیا' صرف ۴ ہزار مربع میل' تو مستشرقین صاحبان میں غلطی یہ ہے کہ یہ صحیح اور منطقی طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اب رہی دشمنی تو مفتوح قوم کو فاتح قوم سے ہمیشہ دشمنی رہی ہے۔ ہم کو چاہیے کہ ہم مربوط طریقے سے' صرف ان کی تردید میں نہیں' بلکہ صحیح ترین نقشہ پیش کریں۔ بھلا دیکھیے اس میں کیا منطقی مغالطہ ہے' سیدھی بات ہے کہ رسولؐ اللہ کی ذات میں ایک مکمل انسان نظر آ گیا' نہ سمجھ میں آنے والی کیا بات ہے' میں نے پروفیسر اسمتھ سے کہا کہ بڑا غیرمنطقی انداز ہے آپ لوگوں کا' منطقی انداز یہ ہے کہ معلومات جمع کرو' اس طرح کہ اصل حقیقت خود سامنے آجائے۔ (ترتیب: سید صباح الدین' عبدالرحمٰن' معارف' جولائی ۱۹۸۲ء)

اے سونے والے!___ خزانے ہی خزانے!!

ڈاکٹر علی بن عمر بادحدح

اخذ و ترجمہ: خدا بخش کلیار

اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت کے ساتھ دن کا آغاز تمھارے لیے شرح صدر اور حیات بخش توانائی کا باعث ہوگا۔

جب تمھیں پکارا جائے کہ آؤ خزانے حاصل کرلو اور اپنے دامن میں سمیٹ لو تو تمھیں کیسا لگے گا بالخصوص جب تمھیں معلوم ہو کہ خزانوں کا دینے والا کوئی عام غنی نہیں، بلکہ وہ اللہ ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے، اور خزانے بھی درہم و دینار یا سونا یا چاندی نہیں بلکہ وہ حسنات اور درجات ہیں، جو متعین اور آسان اعمال کے نتیجہ میں ملیں گے۔

اے سونے والے! میں تمھارے کان میں آہستہ سے نہیں بلکہ زوردار آواز میں، نماز فجر کے خزانوں کی خبر دوں گا۔

۱- شیطان کی گرفت سے آزادی

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم سو جاتے ہو، شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے۔ ہر گرہ پر تھپکی دیتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے، سوتے رہو۔ لیکن اگر وہ جاگ پڑے اور اللہ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ وہ پاک نفس کے ساتھ ہشاش بشاش صبح کا آغاز کرتا ہے، یا خبث نفس کے ساتھ سستی اور کاہلی کے ساتھ۔ (متفق علیہ)

شیطان تمھیں اپنی طرف بلاتا ہے، خیر سے روکتا ہے اور پورے طور پر قبضے میں لے کر تمھیں اللہ کے ذکر سے دُور رکھتا اور اس طرح اجرعظیم سے محروم کر دیتا ہے۔ جب تم ''حی علی الصلوٰۃ'' کی پکار پر لبیک

کہنے کا ارادہ کرتے ہو تو وہ تمھیں نیند میں لوٹ جانے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب تم ساتھ ہی الصلوۃ خیر من النوم سنتے ہو تو تمھیں گہری نیند کے ذریعے اس خیر سے ہٹاتا ہے۔ لیکن اگر تم نے عزیمت کی راہ اختیار کی، ہوشیاری سے کام لیا، وضو کیا اور نماز کی ادایگی کے لیے جلد اٹھ کھڑے ہوئے تو ہر قدم پر اس کی بیڑیوں میں سے ایک نہ ایک بیڑی کو تم نے توڑ ڈالا اور اس کی فوجوں کو ہزیمت سے ہم کنار کر دیا۔ تم اللہ کے ذکر سے وابستہ رہے، گویا تم نے ایک گرہ کھول دی۔ پھر شیطان کی مخالفت کے باوجود تم نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل گئی۔ اور اس کے بعد جب تم اللہ کے حضور کھڑے ہوئے تو شیطان کی قوت کو شکست دی۔ اس کے قبضے سے نکل آئے، اور تم نے صبح اس حال میں کی کہ اس کی قید سے آزاد ہو گئے اور اس کے مکروفریب پر غالب آ گئے۔

آپؐ کے ارشاد: یعقد الشیطان، یعنی شیطان گرہ دیتا ہے کے متعلق ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ فی الواقع گرہ ہے--- ساحر کی گرہ کی طرح--- جو کہ وہ اپنے مسحور کو لگاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (الفلق ۱۱۳: ۴) "اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے"۔ اور ابن حجرؒ کہتے ہیں: "کہا جاتا ہے کہ وہ بطور مجاز کے ہے، گویا کہ سونے والے کے ساتھ شیطان کا فعل ساحر کے مسحور کے ساتھ فعل کے مشابہ ہے"۔

مراد یہ ہے کہ ذکر و طہارت کا ترک شیطان کے اثر اور وسوسوں کے تحت واقع ہوتا ہے، بلکہ بیضاویؒ نے کہا ہے کہ وہ شخص شیطان کے قابو میں ہوتا ہے: "اس کا تین گرہیں دینا مضبوطی کے لیے ہے، یا یہ کہ وہ اسے تین چیزوں: ذکر، وضو اور نماز سے روکنا چاہتا ہے۔ گویا ہر گرہ جو اس نے انسان کے سر میں لگائی وہ اس کے ساتھ اسے تینوں چیزوں میں سے ہر چیز سے روکنا چاہتا ہے۔ اور گرہ کے لیے گدی کی تخصیص اس لیے کہ وہ وہم کا مقام اور شیطان کی چال بازیوں کا میدان ہے۔ وہ انسان کی تمام قوتوں میں سے بڑھ کر شیطان کی فرماں بردار اور اس کی دعوت پر بلا تاخیر لبیک کہنے والی ہے، یعنی شیطان انسان کی گدی پر تسلط جما کر اس پر اپنا حکم چلاتا ہے، اس کی قیادت کرتا ہے اور اسے اپنا مطیع فرمان بناتا ہے۔ تو کیا پسند کرتے ہو! اس طرح کا بے دام غلام بنایا اللہ کے اذن سے ایک فتح مند قوی انسان؟

یہ فتح ہے معصیت پر اطاعت کی، غفلت پر ذکر کی، ضعف پر عزیمت کی اور شر پر خیر کی۔ کتنا بڑا ہے یہ خزانہ، تم اس کے طالب بنو اور اس میں کوتاہی نہ کرو!

۲- قوتِ حیات کا سرچشمہ

اس خزانے پر ہم حضرت ابوہریرہؓ ہی کی سابق حدیث کے حوالے سے ایک بار پھر غور کرتے ہیں۔ یہ ایک اہم اور محسوس ہونے والا خزانہ ہے۔ اس کی تاثیر عیاں ہے اور محسوس کی جا سکتی ہے اور فائدہ یقینی اور

بے مثال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں کہ جس نے اللہ کا ذکر کیا، وضو کیا اور نماز پڑھی، ارشاد فرمایا: اصبح نشیط النفس (وہ ہشاش بشاش ہوا)۔

بلاشبہہ اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت کے ساتھ تمھارے دن کا آغاز تمھارے لیے شرح صدر، اطمینان قلب، عزم قوی اور تازہ دم ہونے کا باعث ہوگا۔ تمھارے چہرے پر جمال اور تمھارے لبوں پہ تبسم ہوگا۔ اللہ کے اذن سے تمھارے حزن وملال دُور، اور اس کی تائید سے تمھارا رنج وغم زائل ہوگا۔ تم اپنے آپ کو نیکی کے لیے آمادہ اور اللہ کی فرماں برداری کے لیے مستعد پاؤ گے۔ تمھارے معاملات آسان ہوں گے اور تمھاری مشکلات دُور ہوں گی۔ دن بھر تمھیں نیک فال کے اشارے ملیں گے اور اللہ کی تائید سے جملہ امور میں کامرانی تمھارے ہمرکاب رہے گی۔

میرے بھائی! اس شخص کا تصور کرو جو اس خزانے سے محروم کر دیا گیا، جو اس انعام کو ضائع کر بیٹھا۔ دیکھو اسے جس نے غفلت سے صبح کی۔ وہ کسمساتا ہوا، خبث باطن کے ساتھ اٹھا، اس کا ذہن الجھا ہوا، اس کا سینہ گھٹا ہوا ہے۔ وہ تردد کا شکار ہے اور دنیا بھر کا غم اپنی آنکھوں میں لیے ہوئے ہے۔ اسے اپنے معاملات بڑے کٹھن نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے مقاصد میں ناکام، اور اپنے اوپر شیطان کی مکمل چال کے ساتھ بھلائیوں سے محروم ہے۔ وہ کاہلی کو چھوڑتا نظر آتا ہے اور نہ نماز اس پر آسان ہوتی نظر آتی ہے، اور اسی طرح دیگر حسنات اس کے لیے مشکل ہیں۔ اغلب ہے کہ کاہلی اس کے لیے فرائض کے ضیاع کا باعث بن جائے گی۔

ابن عبدالبر نے کہا: ''یہ محرومی اس شخص کے لیے مخصوص ہے جو نماز کے لیے نہیں اٹھتا، اور اسے ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کی اطاعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور نماز کے لیے مستعد ہوگیا تو وہ اس لذت سے محظوظ ہوا جو اللہ نے اسے اپنی اطاعت کی توفیق کے باعث بخشی۔ اس سے ثواب کا وعدہ فرمایا اور شیطان کی چال کو اس سے زائل کر دیا''۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ رات کی نماز میں پاکیزہ روح ہی لذت وسرور پاتی ہے۔

اور ہشاش بشاش ہونے کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ سرگرم اور مستعد ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ نمازوں اور دیگر عبادات کی تکرار کی وجہ سے ان سے مانوس ہوتا اور ان کا عادی بن جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنے لیے ان میں انس اور محبت پیدا کر لیتا ہے۔ لہٰذا ان کی مشقت اس سے زائل ہو جاتی ہے اور وہ ان کے بارے میں لاپروائی کا رویہ اختیار نہیں کرتا''۔ (المفہم ۲/۴۰۹)

''شیطان کے جادو کا اس سے زائل ہو جانا، اور اس کا اپنی چال میں خائب وخاسر ہو کر شکست خوردگی کے ساتھ لوٹ جانا اس کے لیے گرم جوشی اور بشاشت کا باعث بن جاتا ہے''۔ (اکمال المعلم ۳/۱۴۲) کتنا عمدہ مال غنیمت ہے، اسے مضبوطی سے تھام اور ضائع نہ کر!

۳- نور کی بشارت

حضرت بریدہ ابن الحصیبؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن کے اندھیروں میں کامل نور کے ساتھ چلنے والوں کو خوش خبری دے دو)۔ (بلاشبہہ) جزا عمل کی ایک قسم ہے۔ اللہ جل وعلا فرماتے ہیں: هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○ (الرحمٰن ۵۵:۶۰) ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟''

جب تم فجر کی نماز کے لیے اس حال میں نکلتے ہو کہ کائنات اندھیرے میں لپٹی ہوئی اور دنیا آخرِ شب کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے تو تمھاری جزا اور بدلہ قیامت کے دن کامل نور ہے۔ اس لیے کہ تم نے اپنے رب کی اطاعت کی اور اپنے مولا کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور تم نے اپنی روح وقلب کے لیے نور کا سوال کیا۔ یہ اس لیے بھی کہ جب وہ رات کے اندھیرے میں اللہ کی فرماں برداری کی طرف تکلیف اٹھا کر چلے تو قیامت کے دن اس نور کے ساتھ جو اس دن ان کے لیے فروزاں ہوگا (اندھیروں کو) پار کریں گے۔ نماز با جماعت کی طرف اندھیرے میں چل کر جانے والے ہر شخص کے لیے اس نور کی ضمانت دی گئی ہے۔

جہاں تک اس کا یوم قیامت کے لیے محدود ہونا ہے، الطیبیؒ نے کہا ہے: اس کا روزِ قیامت کے لیے محدود کیا جانا اشارہ ہے اہل ایمان کے اس قصے کی طرف جس میں ان کا قول ہے: ربنا اتمم لنا نورنا (اے ہمارے رب! ہمارے نور کو ہمارے لیے مکمل فرما دے)' اور اس میں اشارہ ہے کہ جس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا' یعنی دنیا میں (نماز باجماعت) کے لیے اندھیرے میں چل کر جاتا رہا آخرت میں وہ نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔ اور وہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔ (فیض القدیر ۲/۲۰۱)۔

لہٰذا وہ نور تم کب پاؤ گے؟ وہ تمھارے پاس ایک بڑے کٹھن موقع اور بڑے ہولناک مرحلے پر آئے گا۔ وہ تمھارے آگے آگے اس وقت چمکے گا' جب کہ تم اس کے سب سے زیادہ محتاج ہو گے۔ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھو:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ○ (الحدید ۵۷:۱۲-۱۳)

اس دن' جب کہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور ان کے

دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔(ان سے کہا جائے گا کہ) ''آج بشارت ہے تمھارے لیے''۔ جنتیں ہوں گی' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی' جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔ اس روز منافق مردوں اور عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے ''ذرا ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم تمھارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں''۔ مگر ان سے کہا جائے گا ''پیچھے ہٹ جاؤ، اپنا نور کہیں اور تلاش کرو۔'' پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دروازے کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب۔

واللہ! کتنی بڑی نعمت ہے جو انھیں اس مشکل اور ہولناک مقام پر ان کے ایمان کی مناسبت سے حاصل ہوگی، یعنی نور۔ اس وقت ان کو عظیم ترین خوش خبری دی جائے گی۔ انھیں پکار کر کہا جائے گا: ''آج بشارت ہے تمھارے لیے۔ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی''۔ (الحدید ۵۷:۱۲)

یہ بشارت ان کے دلوں کے لیے کتنی شیریں اور ان کی روحوں کے لیے کتنی خوش گوار ہوگی۔ اس وقت انھیں اپنی مطلوب و محبوب چیز حاصل ہوگی اور وہ خوف ناک شر سے نجات پا جائیں گے۔ جب منافقین اہل ایمان کو اپنے نور کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھیں گے' جب کہ ان کا اپنا نور بجھ چکا ہوگا --- اور وہ اندھیروں میں حیران و ششدر رہ جائیں گے تو مومنین سے کہیں گے: کہ اپنے نور میں سے کچھ حصہ ہمیں دے دو تاکہ ہم عذاب سے نجات پاسکیں۔ مگر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی اور وہ محروم رہ جائیں گے۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۳۰۸/۴) میں ابوحاتم سے ابوذر اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے ہی سجدے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی' تو میں اپنے آگے اور پیچھے' دائیں اور بائیں دیکھوں گا تو اپنی امت کو امتوں کے درمیان پہچان لوں گا۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! آپ نوحؑ سے لے کر اپنی امت تک کی امتوں میں سے اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے؟ فرمایا کہ وہ وضو کے اثر سے آراستہ ہوں گے اور دیگر امتوں میں کوئی ایسا نہ ہوگا۔ میں انھیں پہچان لوں گا کہ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور میں ان کے چہروں کی علامت سے انھیں پہچان لوں گا' اور میں ان کو پہچان لوں گا کہ ان کے آگے آگے ان کا نور دوڑ رہا ہوگا''۔

اے سونے والے! نماز فجر تجھے ایسے وقت میں اہل نور میں سے بنا دے گی' جب کہ دوسرے اندھیروں میں روندے جا رہے ہوں گے۔ کتنا بے بہا ہے یہ خزانہ! اسے بلا تاخیر حاصل کر۔

۴- فرشتوں کی شہادت

اللہ جل وعلا فرماتا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِکَانَ مَشْھُوْدًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۸) ''نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو، کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے''۔ اس آیت سے متعلق مفسرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''رات اور دن میں فرشتے تمھارے درمیان باری سے آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نمازوں میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر جنھوں نے تمھارے اندر رات گزاری تھی وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں ،تو اللہ ان سے سوال کرتا ہے--- حالانکہ وہ ان کو زیادہ جاننے والا ہے---تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم ان کے ہاں گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے ہاں سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے''۔(متفق علیہ)

سوال کرنے والا احکم الحاکمین ہے،اور جن سے سوال کیا جا رہا ہے وہ فرشتے ہیں جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اسے بجا لاتے ہیں' اور وہ اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے۔ بس اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ہاں' یہی مقرب فرشتے ہیں جو اللہ کے ہاں تمھارے شاہد ہیں' اور ادائیگی نماز کے ساتھ تمھارا ذکر کرتے ہیں' اور جماعت میں تمھاری شرکت کے ساتھ تمھاری توصیف کرتے ہیں۔ وہ نیک اور پاکباز فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ تم نماز پڑھنے والے نیک بندوں میں سے ہو۔

میرے ساتھ اللہ کے لطف وکرم اور اس کے اکرام پر غور کرو جو وہ اپنے بندوں پر فرماتا ہے۔ وہ یہ کہ اس نے اپنے فرشتوں کو ایسے وقت میں جمع ہونے کا حکم دیا کہ جب اس کے بندے اس کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں، تاکہ ان کی شہادت ان بندوں کے لیے ایک معتبر شہادت بن جائے۔(الفتح ۲/۳۵)

اس سوال پر بھی غور کرو جو اللہ نے فرشتوں سے کیا' جیسا کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے: ''کہا جاتا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ اس میں بنی آدم کے لیے نیکی کی شہادت پائی جاتی ہے اور فرشتوں سے یہ سوال اس لیے تاکہ وہ ان (نمازی بندوں) پر نوازشات کا باعث بن جائے' نیز اس کے ساتھ اس میں فرشتوں کے مقابلے میں انسان کی تخلیق کی حکمت کا اظہار ہے۔جنھوں نے کہا تھا: اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۳۰) ''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خون ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں''۔ فرمایا: ''میں جانتا ہوں' جو کچھ تم

نہیں جانتے''۔یعنی ان میں ایسے (انسان) پائے جاتے ہیں جو تمھاری اپنی شہادت کی رو سے تمھاری طرح میری تسبیح وتقدیس کے گن گاتے ہیں۔

ایک اور روایت ہے جس میں ہمارے منضبط احوال کی خبریں ہیں تاکہ ہم اوامر ونواہی سے متعلق چوکنے رہیں، ان کی حفاظت کریں اور ان اوقات میں اپنے رب کے فرستادوں کی تشریف آوری اور اپنے بارے میں اپنے رب کے سوال پر فرحت محسوس کریں۔ اور اس میں ہمارے ساتھ اللہ کے فرشتوں کی محبت کی خبر بھی ہے تاکہ اپنے ساتھ ان کی محبت میں اضافہ کریں' اور اس کے ساتھ قرب حاصل کرلیں۔(الفتح: ۲/۳۷)

کیا تم نے ملائکہ کی نماز کے ساتھ اپنی نماز فجر کا اثر اور اپنے لیے ان کی شہادت پر غور کرلیا ہے؟

تفسیر آلوسی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد' یعنی قرآن فجر مشہود ہوتا ہے (بنی اسرائیل ۱۷:۷۸) سے متعلق نسائی' ابن ماجه' ترمذی' حاکم کے حوالے سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے اور جسے ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن فجر میں شب وروز کے فرشتے شریک ہوتے ہیں'' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نمازیوں کی کثرت اس میں شریک ہوتی رہتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن الفجر) کا حق ہے کہ اس میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہو۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ کی قدرت کے شواہد بھی موجود ہوتے ہیں جیسا کہ روشنی کا اندھیرے سے تبادلہ اور نیند جو موت کی بہن ہے، سے بیداری۔ آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اس جملے میں نماز فجر کے معاملے میں توجہ کرنے میں جو ترغیب و تحریص پائی جاتی ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ اس لیے کہ بندہ اس وقت میں معززین (فرشتوں) کے ساتھ چلتا ہے اور معززین (فرشتوں) کا استقبال کرتا ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ عمدہ حالت میں ہو، کہ رخصت ہونے والا اس سے گفتگو کرے اور اس کی طرف آنے والا اطمینان وسکون حاصل کرے۔

یہ نعمت کتنی بڑی ہے' اس میں غیر حاضر نہ ہو!

۵- حفاظت کی ضمانت

حضرت جندب بن سفیانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی ضمانت میں ہے۔ اے بنی آدم! غور کر کہ اللہ تعالیٰ اپنی ضمانت کے بدلے تجھ سے کوئی چیز طلب نہیں فرماتے''۔(مسلم)

اگر تم نماز فجر ادا کرو تو تمھارے لیے حفاظت الٰہیہ اور حمایت ربانیہ ہے' یعنی تم اللہ کی حفظ وامان میں ہوگے۔ وہ برائیاں تجھ سے ہٹا دے گا، تکلیف تجھ سے دور کردے گا اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے تجھے بچالے گا۔ بلاشبہہ وہ عظیم و بے مثال حفاظت فرمانے والا ہے۔

اے کمزور بندے! یہ بہت بڑا شرف ہے کہ عظیم شہنشاہ، رب الارباب، احکم الحاکمین، جبار السموات والارض، سبحانہ وتعالیٰ کی حمایت تجھے حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ (نماز فجر ادا کرنے والے) کی مدافعت فرماتا ہے، اس کی تکلیف کے درپے ہونے والے سے اسے بچاتا ہے۔ وہ اللہ کے ذمے، یعنی اس کی امان میں ہوتا ہے اور اس کی ہمسائگی میں رہتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کر چکا اور اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دے دی۔ لہٰذا کسی کے لیے مناسب نہیں کہ اسے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچائے۔ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کا حق طلب فرمائے گا اور جس سے اللہ مطالبہ کرے گا اس کے لیے کوئی مفر ہوگا اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ نمازیوں سے تعرض کرنے والے کے لیے یہ زبردست وعید ہے (المفہم ۲/۲۸۲)۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے اپنے ذمے کے بدلے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا" کے معانی یہ ہیں کہ وہ لوگوں سے بچا لیا گیا کہ وہ اس سے کوئی تعرض کریں، اور اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں تباہ و برباد کر دے گا۔ (حاشیہ اکمال المعلم ۲/۶۳۰)

ایک دوسرے رخ سے غور کیا جائے تو حدیث میں بندے کو خبردار کیا گیا ہے کہ نماز فجر اس کے لیے ایمان و قرب کا سبب ہے۔ اگر اس نے اسے ترک کر دیا تو نہ اس کے لیے قرب ہے اور نہ امان۔ حدیث کے ضمناً یہ معنی بھی ہیں کہ صبح کی نماز ترک نہ کرو ورنہ وہ معاہدہ جو تمھارے اور اللہ کے درمیان ہے منسوخ ہو جائے گا۔ بلاشبہہ یہ عظیم ثمرہ اور بڑی غنیمت ہے اور اے نماز فجر ادا کرنے والے، تم اسے حاصل کرنے کے اہل ہو۔ تم اسے ضائع نہ کرو، اسے قابو میں لاؤ اور اس سے محروم نہ رہو۔ (حاشیہ اکمال المعلم ۲/۶۳۰)

کیا یہ معقول بات ہے کہ محض مزید کچھ راحت حاصل کرنے کے لیے یا تھوڑی سی مشقت سے بچنے کے لیے تم سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرو اور اپنے نفس کے آگے ہتھیار ڈال دو؟ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمھارا شمار غافلوں میں ہو؟ یا کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تمھارا شمار محرومین میں کیا جائے؟ کیا تمھیں نماز فجر کے ترک کرنے یا اسے مؤخر کرنے کے اثرات نظر نہیں آتے؟ کیا تمھیں برکت کے ناپید ہو جانے، نفس کے خباثت میں مبتلا ہو جانے اور بدن کی سستی و کاہلی نظر نہیں آتی؟ کیا تم روحانی اضطراب اور قساوت قلبی محسوس نہیں کرتے؟

اے سونے والے! تم اس وقت کہاں ہوتے ہو جب اذان کی آواز سکوت شب کو کلمہ توحید اور فلاح کی طرف دعوت کے ساتھ شق کر رہی ہوتی ہے؟ تم اس وقت کہاں ہوتے ہو جب قرآنِ فجر کی مسحور کن آیات زمانے کے کانوں میں رس گھول رہی ہوتی ہیں؟ تم ہزاروں کی تعداد پر مشتمل فرشتوں کی فوج سے کتنا دور ہوتے ہو جب وہ آسمان سے اتر رہے ہوتے ہیں اور آسمان کی طرف چڑھ رہے ہوتے ہیں اور تم ان کی نگاہوں میں کتنے گرے ہوئے ہوتے ہو؟ کیا یہ سب کچھ تمھیں بیدار نہیں کرتا اور تمھارے شعور کو جھنجھوڑتا نہیں کہ تم بستر

چھوڑ دو' اپنی خواب گاہ سے الگ ہو جاؤ اور نماز کی طرف چل دو فلاح کی طرف قدم بڑھاؤ' ذاکرین میں تمھارا نام لکھا جائے؟ عابدین میں تم شمار کیے جاؤ اور مبارک باد وصول کرو اور تحفوں میں حصہ پاؤ؟

میں تمھارے اندر ایمان باللہ سے مخاطب ہوں' جس کا مستقر تمھارا قلب ہے' جو تمھارا رفیق روح ہے۔ میں تمھارے اندر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سے مخاطب ہوں جن کی محبت سے تمھارا دل معمور ہے اور تمھاری زبان آپؐ پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ متحرک ہوتی ہے۔ میں تمھیں اس خیر کی طرف دعوت دیتا ہوں جو تمھیں محبوب ہے اور اس اجر کی طرف بلاتا ہوں جس کی تمھیں تلاش ہے۔

پس غافلوں میں سے نہ ہو!

۶- نعمت کبریٰ

حضرت ابوزہیر عمارہؓ بن روبیہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''سورج کے طلوع اور اس کے غروب ہونے سے پہلے جس نے نماز پڑھی' یعنی فجر اور عصر کی نماز' وہ ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا''۔ یہ حدیث عظیم ہے اور بشارت کبریٰ ہے۔ یہ عذابِ جہنم سے نجات کی راہ ہے اور اہل ایمان کا مطلوب عظیم اور دائمی التجا کا موضوع ہے: اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (آل عمران ۳:۱۶) ''یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مالک' ہم ایمان لائے' ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے''۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (آل عمران ۳:۱۹۱) ''پروردگار' یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے' تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب' ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے''۔ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ق اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ (الفرقان ۲۵:۶۵-۶۶) ''اے ہمارے رب' جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے' اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے' وہ تو بڑا ہی برا مستقر اور مقام ہے''۔

بلاشبہہ نماز فجر جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے اور عذاب سے نجات کے اسباب میں سے ایک سبب۔ اور حدیث کے معانی یہ ہیں کہ جس نے ان دونوں نمازوں کی پابندی اور حفاظت کی' ان پر مداومت کی برکت سے آگ اسے نہیں چھوئے گی۔ (المفہم ۲/۲۶۲)

عذاب جہنم' جس سے اہل ایمان کے دل دور رہتے ہیں اور جس کے خوف سے ان کی روحیں کانپتی ہیں اور وہ اس (سے دور رہنے) کے حق دار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں خبر دی ہے وہ ایک سخت اور ہولناک دھمکی ہے۔ وہ ایسی ہولناک آگ ہے کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے' جہاں بھاری

بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی' پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور ایسی بدترین پینے کے لیے چیزیں ہوں گی جنھیں پینے کا کسی میں حوصلہ نہ ہوگا۔ اس بدترین ٹھکانے اور آرام گاہ اور ہولناک عذاب کو دیکھ کر انسان نجات کے لیے اپنی عزیز ترین متاع بلکہ روے زمین تک دینے کو تیار ہوگا۔ عذاب ایسا کہ جلد بار بار جلے گی اور بار بار اذیت ہوگی' آگ کا لباس ہوگا' ایسا کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا کہ بدن کیا آنتیں تک کٹ کٹ کر گریں گی' اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔ انسان موت مانگے گا لیکن موت نہ ملے گی۔

یہ عظیم ہولناک اور دردناک عذاب ہے۔ کیا تم اس سے نہ ڈرو گے؟ کیا تمھارا دل خوف کے ساتھ دہلتا نہیں مبادا کہ تم کسی حد تک اس کے مستوجب ہو جاؤ؟ کیا اس سے بچ جانا اور اس سے نجات پا جانا نعمت کبریٰ اور غنیمت عظمیٰ نہیں ہے؟ یہ ایک ایسا خزانہ ہے جسے تم قیمتاً حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ تمھارے لیے ناگزیر ہے' اسے نہ چھوڑو کہ تمھارے ہاتھ سے نکل جائے!

۷- عظیم کامیابی

جنت میں داخلہ اور اس کی نعمتوں کا حصول سب سے بڑا مقصد' سب سے بڑی آرزو اور اہل ایمان کی توقعات کا منتہا اور ان کی دائمی امید اور مستقل مدعا ہے۔ حیات دنیا اور جو کچھ اس میں ہے' اس سے رحلت کے بعد وہی حقیقی کامیابی ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (اٰل عمرٰن ۳:۱۸۵) ''آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو' کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا' تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے''۔

یہ وہ بیش قیمت چیز ہے جس کے لیے مال خرچ کیے جاتے ہیں اور جس کے لیے جانیں قربان کی جاتی ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں' وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے۔ تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے' یہی سب سے بڑی کامیابی ہے'' (التوبہ ۹:۱۱۱)۔ یہ وہ عظیم الشان جزا ہے جو زبردست جدوجہد کے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت یوں ہی مل جائے گی؟

کیا تمھاری روح اس کے لیے مشتاق نہیں ہوتی؟ کیا تو اپنی امیدیں اور بلند سوچ اس سے وابستہ نہیں کرتے؟ کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ تم اس کے اہل ہو جاؤ؟ تم فجر کے خزانوں میں سے اس خزانے کو حاصل کرو'

یعنی جنت میں داخلہ۔جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دوٹھنڈی رکعتیں پڑھیں، وہ جنت میں داخل ہوگیا'' (متفق علیہ)۔ یہ پانچ کلموں کی ایک مختصر حدیث ہے، لیکن اس کا اشارہ واضح ہے اور وہ نص صریح ہے، اس بارے میں کہ جنت کا حصول نماز فجر کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

کتنا بے بہا ہے یہ خزانہ! اسے دانتوں سے پکڑ کر رکھو اور ضائع نہ ہونے دو!

۸- رب کے دیدار کی لذت

اللہ عزوجل فرماتے ہیں: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ (یونس ۱۰:۲۶) ''جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل''۔ اس آیت کی تفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وارد ہوا ہے: ''وہ اللہ کا دیدار ہے جو ایسی نعمت ہے جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اور جنت میں داخل ہونے والے کا رحمان سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کی خصوصیت کے ساتھ اکرام ہے''۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○ (القیامۃ ۷۵: ۲۲-۲۳) ''اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے''۔

نماز فجر کے فوائد میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے دیدار کے ساتھ ظفرمندی ہے جو ہر انعام سے بڑا انعام ہے۔حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ سے روایت ہے کہ چاند کی چودھویں رات میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آنحضورؐ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تم اپنے رب کو اسی طرح بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو۔اگر تم کرسکو تو ایسا ہی کرو کہ طلوع آفتاب سے قبل کی نماز اور غروب آفتاب سے قبل کی نماز میں عاجز ومغلوب ہوکر نہ رہ جاؤ'' (متفق علیہ)۔ اس سے مراد فجر اور عصر کی دو نمازیں ہیں۔ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل کے دیدار کے ساتھ ان دو نمازوں کی مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی افضل اطاعت ہے اور ان دو نمازوں کی فضیلت فرشتوں کے اجتماع کے ذکر اور اعمال کی رفعت کے ذکر کے ساتھ ثابت ہوچکی ہے۔لہٰذا ان دونوں نمازوں کے محافظ کو افضل انعام دیا جانا مناسب ہوا، اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

اس نعمت کی عظمت سے متعلق حضرت صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کسی اور چیز کو چاہتے ہو کہ میں تمھیں عطا کروں؟ وہ جواباً عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے منور نہیں کر دیے؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرما دیا اور آگ سے نجات نہیں دے دی؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: (پھر) پردہ اٹھایا جائے گا تو ان کے ہاں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف نظر سے بڑھ کر کوئی اور چیز محبوب نہ ہوگی"۔(مسلم)

کیا تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا معلوم نہیں: اللھم انی اسئلك برد العیش بعد الموت واسئلك لذة نظر الی وجھك واسئلك شوق الی لقائك فی غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة "اے اللہ! میں تجھ سے موت کے بعد خوشگوار زندگی کا سوال کرتا ہوں اور میرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں، کسی تکلیف اور کسی گمراہ کن آزمایش کے بغیر"۔(صحیح ابن حبان)

۹- قیام اللیل

رات کا قیام عظیم عبادت ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ اختصاص حاصل تھا جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۹) "اور رات کو تہجد پڑھو، یہ تمھارے لیے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمھارا رب تمھیں مقام محمود پر فائز کردے"۔ آیت کے سیاق سے قیام اللیل کی فضیلت اور اس کی عظیم تاثیر کی طرف اشارہ ملتا ہے، نیز نبیؐ کے مقام محمود پر فائز ہونے کے بعد قیامت کے دن مقام شفاعت کے ساتھ ربط کا اشارہ ہے۔ قیام اللیل کا ذکر اللہ جل وعلا نے اہل ایمان کے اوصاف میں سے فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے متقین کا ذکر فرماتے ہوئے ان کی مدح اس طرح کی ہے: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (الذاریات ۵۱:۱۷-۱۸) "وہ راتوں کو کم ہی سوتے تھے، پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے"، نیز اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کو رحمٰن کے بندوں کی صفات میں شمار فرمایا۔ ان کے حق میں فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ (الفرقان ۲۵:۶۴) "جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں"۔ قیام اللیل ایمان وتقویٰ کی درس گاہ ہے، تزکیہ وتطہیر کا سرچشمہ ہے۔ اس کے ساتھ دلوں کو زندگی ملتی ہے اور ان کی جلا میں اضافہ ہوتا ہے، روحوں کو رفعت حاصل ہوتی ہے اور دل شوق سے معمور ہو جاتے ہیں۔ اس کے دوران آنکھیں خشیت وندامت کے آنسو بہاتی ہیں، زبانیں زاری اور رجوع الی اللہ کے ساتھ دیوانہ وار دعائیں کرتی ہیں اور پیشانیاں ذلت و عاجزی کے ساتھ سجدوں میں خاک آلود ہوتی ہیں۔

قیام اللیل میں دعا کی قبولیت یقینی ہے، جیسا کہ خاتم الانبیا والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رات کی ایک گھڑی ایسی ہے کہ جس میں بندۂ مسلم اللہ سے دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وہ اسے

عطا فرما دیتا ہے'' (مسلم)۔ اور وہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے' جیسا کہ بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اے لوگو! سلام کو عام کرو' کھانا کھلاؤ' رات کو نماز پڑھو' جب کہ لوگ سو رہے ہوں اور جنت میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ'' ۔(ترمذی)

قیام اللیل کی اتنی فضیلت کے بعد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی رو سے کہ فرض نمازوں کے بعد افضل نماز قیام اللیل ہے (مسلم)' اب شاید تم کہو جیسا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں اور ہم بھی انھی میں سے ہیں: ''ہم اپنے آپ کو قیام اللیل کے لیے آمادہ نہیں پاتے' ہمارے اندر اس کی ہمت نہیں ہے' ہمارے حوصلے کمزور ہیں' ہمارے عزائم پست ہیں' ہمارے جسم بوجھل ہیں' ہم کھڑے نہیں ہو سکتے اور ہمیں مال اور اہل و عیال نے مصروف کر رکھا ہے۔'' اس کے باوجود میں اپنے آپ کو اور تمھیں اور ہر مسلمان کو دعوت دیتا ہوں کہ رات کا قیام تمھارے ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے' اگرچہ دو ہی رکعتیں پڑھ لیا کرو کیونکہ وہ خیر کثیر اور اجر کبیر کا موجب ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فجر کے خزانوں میں سے ایک بڑے خزانے کا بیان کرتا ہوں! وہ یہ کہ جب تم نے فجر کی نماز ادا کر لی تو گویا تم نے رات بھر قیام کیا۔ جی ہاں' رات کا کچھ حصہ نہیں بلکہ پوری رات! یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ وہ خزانہ ہے جس کی تائید محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: ''جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا نصف شب قیام کیا' اور جس نے نماز فجر با جماعت ادا کی تو گویا اس نے ساری رات قیام کیا'' ۔(مسلم)

لہٰذا تیرے لیے اس کا حصول ناگزیر ہے' پس اس کو مضبوطی سے تھام اور کوتاہی نہ کر!

فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں تو فرض نماز کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟

اے سونے والے! خدا تم پر رحم فرمائے' دنیا کے انعامات اور اہل دنیا کے عطیات فجر کے غنائم کے مقابلے میں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ اس کے باوجود مجھے معلوم ہے کہ تم ان کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتے ہو۔ ان کے لیے جان کھپاتے ہو' محنت کرتے ہو اور انھیں حاصل کرنے کے لیے اپنی راحتوں کو قربان کرتے ہو۔ کیا ایسا نہیں کہ جب تمھارے سامنے کوئی اہم کام ہوتا ہے' تو تمھاری کیفیت کیا ہوتی ہے؟ تم اس کے لیے رات گئے تک جاگتے ہو' تم اس کی طرف نصف یا آخر شب میں نکل پڑتے ہو تاکہ ایک مرتبہ عارضی نفع حاصل کر لو لیکن تمھیں آخر کیا ہو گیا ہے کہ تم ہر فجر کے چھوٹنے پر منقطع نہ ہونے والے عظیم منافع کو ترک کر دیتے ہو؟ حالانکہ وہ ایسا خزانہ ہے جو نہ تبدیل ہوتا ہے نہ متغیر!

۱۰- خیر کثیر

غیر محدود خیر' فضل بلا روک' حسنات بے حساب' توصیف سے بالاتر عطائیں اور بڑھتے چڑھتے

انعامات---تصور کرو اے برادر! یہ خزانہ جس کی میں تمھیں خبر دینے چلا ہوں وہ نماز فجر کے خزانوں میں سے نہیں بلکہ وہ دو رکعت سنت ہے، نماز فجر سے پہلے! سوچو! اگر یہ کچھ دو رکعت سنت کے لیے ہے تو پھر دو رکعت فرض کا کیا کہنا!!

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں'' (مسلم)۔ سبحان اللہ! دنیا و مافیہا سے بہتر، وہ دنیا جو اپنے سونے چاندی، زیب و زینت اور عورتوں کے ساتھ، اور اپنی جملہ لذات اور اپنے مرغوبات کے ساتھ ہے--- جی ہاں! دو سنتوں کا ثواب اس سب کچھ سے بڑھ کر ہے۔ ایک دوسری روایت اس کی تائید کرنے والی اور ان معانی کی توثیق کرنے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مجھے پوری دنیا سے محبوب تر ہیں''۔ ذرا تصور تو کرو کہ خود نماز فجر کا کیا مقام ہوگا؟ بلاشبہہ وہ غیر محدود خزانہ ہے!

لہٰذا اس کی طرف جلدی چلو اور اس کی پوری پوری پابندی کرو، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے سب سے بڑھ کر فجر کی دو سنتوں ہی کی پابندی فرماتے تھے''۔ (متفق علیہ)

۱۱- حج کامل

بلاشبہہ تم حج کو اسلام کا ایک اہم رکن سمجھتے ہو، اور اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔ انسان اس کے ساتھ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اور اس طرح لوٹتا ہے جس طرح اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔ وہ عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ کا فریضہ ہے، جب کہ فجر کے خزانوں میں اس قدر وسعت ہے کہ اس میں حج اور عمرہ دونوں کا جمع شدہ اجر سما جاتا ہے۔

تم فجر سے پہلے کے خزانۂ عظمیٰ کو جان چکے ہو، اب ایک دوسرے خزینے کے بارے میں سنو جس کا تعلق نماز فجر کے بعد کی نماز سے ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی پھر وہ طلوع آفتاب تک بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، اور پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کا اجر حج اور عمرہ کے برابر رہا''۔ آپؐ نے اسے تین مرتبہ فرمایا: تامة، تامة، تامة، یعنی حج و عمرہ کا مکمل اجر (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حدیث حسن کہا ہے)۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی، پھر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، حتیٰ کہ سورج طلوع ہوا، پھر اٹھا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی وہ حج اور عمرے کا اجر لے کر لوٹا'' (الترغیب والترہیب ۱/۲۹۶)۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز فجر کے بعد بیٹھے بیٹھے کوئی بات کرنے سے پہلے لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك يحيى ويميت

وھو علی کل شیء قدیر ۱۰ مرتبہ پڑھا تو اللہ نے اس کے لیے ۱۰ نیکیاں لکھ دیں، ۱۰ برائیاں مٹا دیں اور اس کے ۱۰ درجات بڑھا دیے۔ اور اس دن وہ ہر قسم کے مکروہات اور شیطان سے حفاظت میں رہا، اور کوئی گناہ اسے نقصان نہیں دیتا سوائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے"۔

کیا تم فجر کے بعد کے عظیم و جلیل فضائل میں غور نہ کرو گے، جب کہ فرض نماز کی ادایگی کے بعد اس وقت میں ٹھیراؤ، سکون اور اطمینان ہوتا ہے اور نسیم سحر کے جھونکے بھی، تاکہ تم فجر کے ذکر کے بعد اپنے دن کا آغاز کرو اور اجر عظیم پاؤ۔ کیا تم اسے ترک کرو گے جس میں قلب کی زندگی، روح کی بلندی اور نفس کی بالیدگی ہے، اس غنودگی کی خاطر جو تمھاری پلکوں سے کھیلتی ہے، یا تھوڑی سی مشقت جو تمھارے جسم کو کمزور کرتی ہے؟

اگر تم نے غور کیا ہوتا اور عزم کیا ہوتا، تو معاملہ تم پر سہل ہو جاتا اور نماز کی ادایگی تم پر آسان ہو جاتی کیونکہ یہ ایک ساعت ہی کا تو مسئلہ ہے نہ کہ اس سے زیادہ کا۔

میرے بھائی! یہ عظیم خزانہ ہے اس پر قائم رہ، ہمت نہ ہار اور سستی نہ کر!

۱۲- سحر خیزی کی برکت

حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: "اے اللہ! تو میری امت کو اس کے بکور میں برکت دے" (الطبرانی فی الاوسط)۔ بکور سے مراد دن کا پہلا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے اور وہ ترقی اور افزونی کا باعث ہے۔ کسی بھی کام میں صبح کے وقت میں سبقت کرنے والا، اس کام میں اللہ کی برکت پا لیتا ہے۔ اگر اس نے علم حاصل کرنے کا رخ کیا تو اس کے فہم میں سہولت، اس کی تحصیل میں قدرت اور ادراک میں سرعت کو پالیا۔ اگر حفظ قرآن کا آغاز کیا تو اس نے آسانی پائی اور اسے یاد رکھنے میں عمدگی اور اسے دہرانے اور اس کا ذکر کرنے میں پختگی پالی۔ اگر اس نے حصول رزق کی کوشش کی تو رزق میں کثرت پائی اور آمدنی میں اضافہ پایا۔ اور اگر کسی اہم فریضے کی ادایگی کے لیے گیا تو اس کے اسباب آسان ہو گئے اور اس کی مشکلات اس کے لیے حل ہوگئیں۔

صبح کے وقت کامیابی کے اسباب وافر پائے جاتے ہیں اور کام کی ادایگی میں عمدگی پائی جاتی ہے کیونکہ پوری راحت اور مکمل نیند کے بعد اس وقت جسم میں قوت اور چستی ہوتی ہے۔ عدم مصروفیت کے باعث ذہن صاف ہوتا ہے اور دلی اطمینان بھی میسر ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ صبح کے وقت لوگوں کی قلیل تعداد اور آمدورفت میں کمی کے باعث سکون، ٹھیراؤ اور اطمینان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اولین ساعتیں دن کے اوقات میں وسعت پیدا کر دیتی ہیں جس سے کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

وہ لوگ جو نماز فجر بروقت ادا کرتے ہیں وہ بکور (دن کے اوائل) کو پا لیتے ہیں، اس کی برکت حاصل

کرتے ہیں‘ اس کے حسی و معنوی تحائف وصول کرتے ہیں۔

یہ خزانہ ہے‘ اسے حاصل کرو اور خسارہ پانے والوں میں سے نہ ہو جاؤ!

اے سونے والے! اگر نماز فجر اتنی خیر و برکت‘ اتنے فیوض و برکات اور بیش قیمت خزانوں پر مبنی ہے‘ اور دین و دنیا کی کامیابیوں و سربلندیوں اور جسم و جان کی عافیت و صحت کا ذریعہ ہے تو پھر اسے غفلت کی نذر نہ کرو۔ رسول کریمؐ کی اس نصیحت کو ہمیشہ سامنے رکھو جس میں آپ نے عشاء سے قبل سونے اور عشاء کے بعد فضول گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کرنا تو پڑتا ہے۔ تم ہمت کرو گے تو خدا راستے کھولے گا اور اپنی مدد تمھارے شامل حال کر دے گا۔

کوشش کرو کہ تمھارا کوئی زندگی کا معمول ہو۔ روزانہ نماز فجر با جماعت ادا کرنے کا مصمم ارادہ کرو۔ رات کو جب سونے لگو تو ایک بار پھر اس عزم کو تازہ کرو اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمھیں صبح اُٹھنے اور نماز با جماعت ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ جب ارادہ کر لو تو پھر مزید کچھ اقدام بھی کرو۔ پہلی ضرورت جلد سونے کی ہے۔ اپنے کام معمول کے مطابق جلد نمٹاؤ۔ بلاوجہ رات گئے تک فضول اور لغو کاموں کے لیے نہ جاگو۔ بروقت بیدار ہونے کے لیے الارم لگاؤ۔ اس بات کا بھی اہتمام کرو کہ اہل خانہ بھی نماز ادا کریں۔ گھر میں جو فرد صبح اٹھنے والا ہو اس کے ذمے لگاؤ کہ وہ تمھیں بھی اُٹھا دے۔ ہاں‘ اگر تمھارا کوئی دوست ہو جو نماز فجر باقاعدگی سے ادا کرتا ہو‘ اسے بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نماز سے قبل تمھیں فون کر لے تاکہ تم اُٹھ سکو۔ یہ چند اقدامات اگر کچھ اہتمام سے کیے جائیں تو چند روز میں فجر کی نماز باقاعدگی سے ادا کرنے لگو گے۔ ان شاءاللہ!

فجر کے خزانے اور صبح کی برکات سے تو وہی مستفید اور لطف اندوز ہو سکتا ہے جسے اس کا تجربہ ہو۔ صبح اُٹھنا جہاں اللہ کی رضا و خوشنودی‘ تقرب اور بلندی درجات کا باعث ہوگا وہاں سحر خیزی‘ صبح کی سیر اور ورزش کے نتیجے میں اچھی صحت جیسی عظیم نعمت‘ وقت اور کاروبار میں برکت--- الغرض ان گنت فوائد‘ خزانے اور غنائم ہیں اور ایک نئی دنیا ہے جو تمھاری منتظر ہے!

اے سونے والے! کیا اب بھی تو ان خزانوں سے محروم رہے گا؟ اٹھ‘ بیدار ہو جا‘ انھیں حاصل کر‘ خدا کی حفاظت میں آجا‘ اور اللہ کا مقرب بندہ بن جا اور خسارہ پانے والوں میں سے نہ ہو!! (ہفت روزہ المجتمع شمارہ ۱۴۶۲-۱۴۶۴)

(اس مضمون کا کتابچہ فجر کے خزانے منشورات‘ منصورہ‘ لاہور سے دستیاب ہے۔ قیمت: ۵ روپے)

بحرالکاہل میں مسلمان اقلیتیں

تورا کینہ قاضی ○

بحرالکاہل دُنیا کے اہم سمندروں میں سے ایک ہے جو سمندر کے کل رقبے کے ۴۶ فی صد پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ہسپانوی جہاز ران منگلن نے بحرالکاہل کی سست روی اور پر سکون حالت کو دیکھ کر پیسی فیکو رکھا۔ یہ ہسپانوی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے پرامن (عالمی معلومات' زاہد حسین انجم' ص ۲۹۱)۔ مغربی بحرالکاہل کے جزائر میں مسلمانوں کی آمد مسلمان تاجروں کے ذریعے ہوئی۔ انڈونیشیا کی آزادی کے بعد آسٹریلیا کے شمالی ساحل' نیوگنی اور اس کے ہمسایہ جزائر میں وہاں کے مسلمانوں کی باقاعدہ آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آج مسلمان بڑی تعداد میں آسٹریلیا' فجی' نیوزی لینڈ' نوکلے ڈونیا اور خطے کے دیگر ممالک میں بحیثیت اقلیت آباد ہیں۔ مسلمانوں نے ان علاقوں میں اپنی بقا اور تشخص کے احیا کے لیے کیسے جدوجہد کی' اس کا ایک مختصر تذکرہ پیش ہے۔ (آسٹریلیا کے بارے میں ترجمان القرآن' نومبر ۲۰۰۰ء ملاحظہ کیجیے)

فجی --- کمیونٹی کی تشکیل

فجی ایک آزاد ریاست ہے۔ یہ دولت مشترکہ کی رکن ہے۔ یہ سڈنی (آسٹریلیا) کے شمال مشرق میں ۲ ہزار ۷ سو کلومیٹر اور آک لینڈ (نیوزی لینڈ) کے شمال میں ایک ہزار ۸ سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ ۸۴۴ جزائر پر مشتمل ہے جن میں صرف ۱۰۶ آباد ہیں۔ اس ریاست کا رقبہ ۱۸ ہزار ۲ سو ۲۷ مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی کل آبادی (۱۹۹۹ء تک) ۱۲ لاکھ ۵۵ ہزار ہے۔ اس کے دو بڑے جزیرے ویٹی لیوو اور وانو الیوو ریاست کے کل رقبے کا ۸۱ فی صد ہیں اور ریاست کی تقریباً ۹۰ فی صد آبادی انھی جزائر میں بستی ہے۔

ان جزائر کو تسمان نے ۱۶۴۳ء میں یورپ کے لیے دریافت کیا تھا۔ ۱۷۷۴ء میں کیپٹن کک نے بھی ان جزائر کی سیاحت کی۔ ۱۸۷۴ء میں انگریزوں نے ان جزائر کو فتح کرلیا۔ اس کے ساتھ انھوں نے وہاں

○ تحقیق کار' دانش وراؤ یہ

گنے کو متعارف کرواتے ہوئے بڑے وسیع پیمانے پر گنے کے کھیت تیار کروائے۔ ان کھیتوں میں کام کرنے کے لیے بھارت سے اجرتی مزدور لائے گئے۔ ۱۸۷۹ء سے ۱۹۱۶ء تک ان مزدوروں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر ۱۹۲۱ء میں ان کی بھاری تعداد وہاں لائی گئی۔ اس طرح ان جزائر میں ہندی النسل لوگوں کی تعداد وہاں کی کل آبادی کا ۳۸ فی صد ہوگئی۔ ۱۹۷۰ء میں یہ مقامی آبادی کا ۵۰ فی صد، یعنی نصف تک پہنچ گئی۔ ان کی تعداد میں ۱۹۷۶ء میں کچھ کمی واقع ہوگئی جس کا سبب ان تارکین وطن کا آس پاس کے علاقوں یعنی آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور تسمانیہ وغیرہ ہجرت کر جانا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے وطن بھارت واپس چلے گئے۔ فجیوں کی اکثریت اپنے پروٹسٹنٹ انگریز حکام کے زیراثر مسیحی مذہب اختیار کر چکی ہے، جب کہ بھارت سے آنے والے تارکین وطن زیادہ تر ہندو ہیں۔

فجی اکتوبر ۱۹۷۰ء کو آزاد ہوا۔ اس کا آئین ہر مذہب و نسل کے لوگوں کو مکمل تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ نسلی گروہوں کے ذریعے انتخابات اس طریقے سے ہوتے ہیں کہ ایوانِ نمایندگان میں ۲۲ مقامی فجی، ۲۲ بھارتی النسل فجی اور آٹھ دوسری نسلوں اور اقوام کے نمایندے ہوتے ہیں۔ وہاں دو بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں۔ ایک مقامی فجیوں کی حکمران الائینس پارٹی اور دوسری حزبِ اختلاف کی نیشنل فیڈریشن پارٹی جو بھارتی النسل اور دوسری اقوام کے لوگوں پر مشتمل ہے۔

بھارتی مسلمان بھارتی ہندوؤں کے ساتھ گنے کے کھیتوں میں کام کرنے والے اُجرتی مزدوروں کی حیثیت سے فجی پہنچے تھے۔ اوّلین مسلمان وہاں ۱۸۷۹ء میں پہنچے۔ ۱۹۱۶ء میں فجی میں باہر کے ملکوں سے مزدور منگوانا ختم کر دیا گیا۔ ان غیر ملکی مزدوروں کو ایک پانچ سالہ معاہدے کے تحت وہاں لایا جاتا تھا۔ انھیں اس کی اجازت حاصل تھی کہ وہ یہ میعاد ختم ہونے کے بعد یا تو اپنے وطن واپس چلے جائیں یا وہیں فجی میں آباد ہو جائیں۔ اس پروگرام کے تحت وہاں لائے جانے والے بھارتی مزدوروں کی کل تعداد ۶۲ ہزار ۸ سو ۳۷ تھی۔ ان میں ۵۳ ہزار ۵ سو ۹۸ ہندو اور ۹ ہزار ایک سو ۲۷ مسلمان تھے۔ ان میں عیسائیوں کی تعداد معدودے چند ہی تھی۔

ان مزدوروں میں دو تہائی اپنے معاہدات ختم ہوجانے کے بعد وہیں فجی میں آباد ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد ۴۱ ہزار تھی۔ ان میں مسلمان صرف ۷.۴ فی صد تھے۔ باقی جو تارکین وطن تھے وہ اپنے پنج سالہ معاہدوں کے ختم ہونے کے بعد بھارت چلے گئے۔ انگریزوں نے ہر ۱۰۰ آدمیوں کے لیے ۴۰ عورتیں لانے کی اجازت دے رکھی تھی، یعنی ان تارکینِ وطن میں ۲۸.۵ فی صد عورتیں تھیں۔

وہ مسلمان جو فجی میں آباد ہو گئے تھے، وہ بھارت کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق شمالی علاقوں سے تھا، یعنی وہ افغان نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار

تھی۔ جنوبی بھارت سے تعلق رکھنے والے تھوڑے سے مسلمان شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔ ان میں چند خاندان فقۂ جعفریہ کے پیروکار بھی تھے۔ یہ سب بھارتی مسلمان زیادہ تر اردو زبان بولتے تھے۔

فجی میں بسنے والے ان مسلمان تارکین وطن کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے خاندانوں کی بنیاد ڈالنے کے لیے بیویوں کی تلاش تھا۔ ۴ ہزار ۳ سو ۵۰ کے لگ بھگ جو تارکینِ وطن وہاں رہ گئے تھے ان میں صرف ایک ہزار ۲ سو ۴۰ عورتیں تھیں، یعنی ۲۸.۵ فی صد۔ یہ بلاشبہ ایک گھمبیر مسئلہ تھا۔ اس مسئلے کا حل انھوں نے یہ نکالا کہ ہندو اور مقامی فجی عورتوں کو مسلمان کر کے ان سے شادیاں رچانی شروع کر دیں۔ ان شادیوں کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوئے وہ آج بھی پکے مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح فجی میں مسلمانوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھنے لگی۔ ۱۹۷۶ء میں وہ مقامی آبادی کا ۷.۷ فی صد تھے۔ ۱۹۸۲ء میں ان کی کل تعداد ۵۰ ہزار اور ۱۹۹۹ء میں تازہ اعداد و شمار کے مطابق ایک لاکھ ۲۰ ہزار تک جا پہنچی ہے۔ ان میں سے ۸ ہزار مسلمان آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کینیڈا، برطانیہ اور امریکہ ہجرت کر گئے ہیں۔

آج کل فجی میں آباد مسلمانوں کی زیادہ تر تعداد زراعت پیشہ ہے۔ ان کے اپنے گنے کے کھیت اور پھلوں کے باغات ہیں۔ اکثر مسلمان تجارت اور صنعت و حرفت سے وابستہ ہیں اور کچھ سرکاری ملازم بھی ہیں۔ ان مسلمانوں کی اکثریت فقۂ حنفیہ کی پیروکار ہے اور اردو بولتی ہے۔ لیکن یہ لوگ بھارتی اور پاکستانی مسلمانوں سے واضح طور پر مختلف ہیں۔ ان مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد شافعی مسلک کی بھی پیروکار ہے۔

فجی --- تنظیم

ان مسلمان آبادکاروں میں زیادہ تر انتہائی غریب اور ناخواندہ تھے۔ فجی پہنچنے والے دیگر بھارتیوں کی طرح وہ بھی ایک ایسے بے جان و بے روح نظام کے تابع بن گئے جس میں انسانی اقدار کی قدر و قیمت، مال اور پیداوار بڑھانے کے مقابلے میں کچھ نہ تھی۔ عورتوں کی نایابی کے سبب پیدا ہونے والی اخلاقی برائیاں، اسلامی شادیوں کی عدم توثیق، طویل دورانیہ کار، ناکافی اور غیر صحت بخش خوراک، کام سے غیر حاضری پر انتہائی پُرتشدد سزائیں، ان سب عوامل نے مل کر ان کی حالت زرخرید غلاموں سے بدتر بنا رکھی تھی اور ان کا معاشرتی نظام تباہ کر رکھا تھا۔

ان نامساعد حالات کے باوجود اس مسلم برادری میں ایسے راہنما اور مصلح پیدا ہوئے جو تعلیم یافتہ اور مخلص تھے۔ ان کی راہنمائی میں سب سے پہلے ۱۹۱۰ء میں سووا کے مسلمانوں نے اپنے آپ کو مربوط و منظم کیا۔ اس کے بعد لاٹوکا، لابسا، باء اور ناصوری کے مسلمانوں نے اپنے ربط و نظم کی طرف توجہ دی۔ ان میں سے ہر مسلم برادری نے اپنی مسجدیں تعمیر کرنے کے منصوبے بنائے۔ سب سے پہلے مسجدیں ۱۹۲۲ء میں ویٹوگو، ناصوری اور

تاوآ کے مقامات پر بنائی گئیں۔ یہ مسجدیں لکڑی کے شہتیروں سے بنائی گئی تھیں۔ اس سے قبل ۱۹۰۰ء میں فجی شوگر ملنگ کمپنی نے اپنے مسلمان کارکنوں کو تاوآ کے مقام پر پٹے پر حاصل کی ہوئی زمین پر لکڑی اور لوہے کی مسجد کھڑی کرنے کی اجازت دی تھی۔ ۱۹۳۰ء تک فجی کے تمام مسلمان گروہ مقامی طور پر منظم ہو چکے تھے۔ انھوں نے اپنی مسجدیں اور اسلامی اسکول بھی قائم کر لیے تھے۔

فجی میں مسلمان ۱۹۱۵ء ہی سے تمام جزائر کی سطح پر اپنے آپ کو مختلف انجمنوں کی صورت میں منظم کرنے کی کوشش کر رہے تھے، مثلاً انجمن ہدایت اسلام (۱۹۱۵ء)، انجمن اشاعت اسلام (۱۹۱۶ء)، انجمن اسلام (۱۹۱۹ء)۔ ہرچند کہ یہ انجمنیں مسلمانوں کے اتحاد اور باہمی یگانگت و یک جہتی کو اپنا مطمح نظر بناتے ہوئے وجود میں آئی تھیں، یہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں مقامی اور ایک دوسرے کی حریف تھیں۔

۱۹۲۶ء میں فجی مسلم لیگ (FML) وجود میں آئی۔ اس نے مختلف مقامی سوسائٹیوں کو منظم و مربوط کرنے کے لیے ایک منتخب مرکزی جماعت کے قیام کے لیے مثبت اقدام کیے۔ فجی مسلم لیگ کو سووا اسلامک سوسائٹی نے قائم کیا۔ اس کے قیام کے بعد ناصوری اور لاٹوکا میں بھی اسلامک سوسائٹیاں قائم ہوگئیں۔ ۱۹۴۴ء میں فجی مسلم لیگ فجی کے مسلمانوں کی انتہائی مضبوط و منظم نمایندہ جماعت بن گئی۔ اسے مضبوط و منظم بنانے میں دو بھائیوں سید حسن اور سید حسین اور مولوی تاج محمد خان نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ فجی مسلم لیگ کے پہلے صدر جنھیں اس کے نئے آئین کے تحت منتخب کیا گیا تھا، مرزا احمد سلیم خان تھے۔ ۱۹۵۷ء میں اس آئین میں چند ضروری ترامیم کی گئیں جن کے تحت مقامی تنظیمیں برانچ لیگ بن گئیں۔ اس طرح آسٹریلیا کے مقابلے میں اس نظام کی مرکزیت زیادہ مستحکم ہوگئی۔ اس لیگ کے سب سے پہلے صدر سووا کے ایس ایم کے شیرانی تھے۔ آج کل لیگ کی ۱۹ برانچیں ہیں۔ ان برانچوں کی تمام جایدادیں اور اثاثے لیگ کی ملکیت سمجھے جاتے تھے۔ لیگ کے زیراہتمام اب تک، یعنی ۱۹۹۹ء میں ۳۹ مساجد، ۳۰ پرائمری اسکول اور ۲۶ ثانوی تعلیم کے اسکول قائم ہیں جن میں ۱۰ ہزار سے زائد طلبہ تعلیم پا رہے ہیں۔

فجی مسلم لیگ نے شروع ہی سے مسلمان بچوں کے لیے جدید اسکول قائم کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سب سے پہلا پرائمری اسکول لاٹوکا میں ۱۹۴۸ء میں قائم ہوا اور اس کے بعد پہلا سیکنڈری اسکول بھی اسی شہر میں قائم ہوا۔ پھر ان اسکولوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ ساتھ ہی طلبہ کی تعداد بھی بڑھی۔ اب فجی مسلم لیگ کی کوشش ہے کہ مسلمان طلبہ کے لیے کالج اور یونی ورسٹیوں کی تعلیم کا بھی بندوبست ہو جائے۔

فجی مسلم لیگ تمام اسلامی اداروں کی مالی امداد کرتی ہے۔ اپنے تعلیمی پروگرام کی مد میں یہ حکومت کی طرف سے مالی امداد بھی وصول کرتی ہے، جب کہ اس کی تمام سرگرمیوں کے سلسلے میں اسے مسلم برادری کی طرف

سے چندوں کی صورت میں مالی امداد ملتی ہے۔ فجی مسلم لیگ کا دوسرا ہدف تمام برادریوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اماموں کا تقرر ہے۔ اس مقصد کے لیے فجی کے مسلم طلبہ کو مسلم ممالک کی یونی ورسٹیوں میں بھیجا جاتا ہے۔ بھارت اور پاکستان سے خصوصی طور پر معقول مشاہرے پر اعلیٰ تعلیم یافتہ امام بلوائے جاتے ہیں۔ فجی مسلم لیگ ملک میں ایک ''امام اسکول'' بھی قائم کر رہی ہے۔ اس نے برادری کے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے یہ شعبے قائم کیے ہیں: بورڈ آف اسلامک افیئرز، بورڈ آف فنانس اینڈ ڈویلپمنٹ، بورڈ آف ایجوکیشن، اسلامک بک سروس، بڑی عمر کی عورتوں کی انجمن، جواں عمر عورتوں کی انجمن، نوجوانوں کی انجمن، مسلم سپورٹس ایسوسی ایشن، محکمۂ خاندانی و معاشرتی بہبود اور فجی مسلم لیگ کا سرکاری اخبار ''دی مسلم وائس''۔

مسلم برادری کو سیاسی مسئلے کا بھی سامنا ہے۔ انھیں بھارتی نسل کی ایک چھوٹی سی اقلیت سمجھا جاتا ہے، جب کہ مسلمانوں کا اصرار ہے کہ وہ کوئی ایک نسل نہیں بلکہ فجی کے مختلف النسل لوگوں کی ایک متحد و مربوط برادری ہیں۔ بعض مسلمان اس پر سختی سے اصرار کرتے ہیں کہ انھیں عیسائیوں اور ہندوؤں سے الگ ایک قوم کی حیثیت سے جانا جائے۔

ہر چند کہ فجی کے مسلمان وہاں کے باقی باشندوں کے مقابلے میں زیادہ غریب ہیں، ان کے اتحاد و نظم نے انھیں ان کی الگ شناخت اور معزز مقام دلا رکھا ہے۔ مسلمان حکومتی اداروں میں بھی شامل ہیں اور ایوانِ نمایندگان میں بھی۔ وہاں رسول پاک آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت، عید میلاد النبی ایک سرکاری تہوار کی حیثیت سے منایا جاتا ہے، یعنی اس دن ملک بھر میں چھٹی ہوتی ہے۔

۱۹۲۰ء سے قادیانی فجی کے مسلمانوں کے معاملات میں دخیل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت وہاں تقریباً ساڑھے چار ہزار کے لگ بھگ قادیانی آباد ہیں۔ ان کے خطرے سے نمٹنے کے لیے فجی مسلم لیگ باہر کے اسلامی ممالک سے روابط قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ بھارت اور پاکستان کے علاوہ ان روابط کا دائرہ اب آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور نیو کیلیڈونیا کی مسلمان اقلیتوں تک وسیع ہو چکا ہے۔

نیوزی لینڈ

نیوزی لینڈ کو تسمان نے ۱۶۴۲ء میں دریافت کیا۔ ۱۸۴۰ء میں اسے انگریزوں نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد سے وہاں برطانوی تارکین وطن کی آمد شروع ہو گئی۔ وہاں یہ لوگ اتنی کثیر تعداد میں پہنچے کہ ۱۹۸۲ء تک ان کے مقابلے میں مقامی آبادی کل آبادی کا ۸.۴ فی صد حصہ بن کر رہ گئی۔ ۱۹۴۷ء میں اس ملک کو انگریزی استعمار سے آزادی نصیب ہوئی اور یہ دولت مشترکہ کا ممبر بن گیا۔ اس ملک کا کل رقبہ ۲ لاکھ ۶۸ ہزار ۶ سو ۷۵ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ ملک دو بڑے اور کئی چھوٹے جزائر پر مشتمل ہے۔

نیوزی لینڈ پہنچنے والے اوّلین مسلمان تارکین وطن گجراتی تاجر تھے جو اس صدی کے آغاز میں اس ملک کے سب سے بڑے شہر آک لینڈ پہنچے۔ شروع شروع میں صرف مرد وہاں پہنچے اور وہاں انھوں نے دکان داری کے پیشے اپنا لیے۔ بعدازاں وہ گجرات جا کر اپنے خاندانوں کو بھی نیوزی لینڈ لے آئے۔ اس طرح وہاں ایک باقاعدہ مسلم برادری وجود میں آ گئی۔ ان اوّلین مسلمان تارکینِ وطن میں بھیکو خاندان بڑی نمایاں حیثیت کا مالک تھا۔ ان لوگوں نے نیوزی لینڈ میں مسلمانوں کی ایک منظم برادری کے قیام کے لیے بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۰ء میں نئے تارکینِ وطن کی لہر وہاں پہنچی۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق ہمسایہ ملک فجی سے تھا لیکن ان میں یوگوسلاویہ اور البانیہ کے مسلمانوں کی بھی خاصی تعداد موجود تھی۔ یہ لوگ زیادہ تر آک لینڈ اور اس کے نواحی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ جو مسلمان تارکینِ وطن زیادہ تعلیم یافتہ اور ہنرمند تھے وہ نیوزی لینڈ کے دارالحکومت ولنگٹن میں آباد ہو گئے۔

یہاں مسلمانوں کی کل تعداد ۲۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان کی زیادہ تر تعداد اوّلین گجراتی تاجروں کی اولاد کی ہے۔ لیکن فجی سے آنے والے تارکینِ وطن کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ البانیہ اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کے علاوہ ترکی' لبنان اور ملایشیا کے مسلمان بھی قلیل تعداد میں وہاں آباد ہیں۔ یورپین النسل نومسلموں کی تعداد میں بھی اب تک خاصا اضافہ ہو چکا ہے۔ زیادہ تر مسلمان نارتھ آئی لینڈ ولنگٹن اور آک لینڈ میں آباد ہیں۔ ان کی اکثریت مزدوروں' کاریگروں اور تجار پر مشتمل ہے۔ حال ہی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنرمند مسلمان تارکینِ وطن بھی بڑی تعداد میں نیوزی لینڈ پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔

۱۹۵۲ء میں نیوزی لینڈ کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ انھیں اپنی مسلم ایسوسی ایشن قائم کرنی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے کئی برس کی جدوجہد کے بعد نیوزی لینڈ کے تمام مسلمانوں کو متحد و منظم کر کے ان کی برادری تشکیل دی۔ پھر انھوں نے نماز کے لیے ایک عمارت حاصل کی۔ وہاں ایک باقاعدہ امام انھیں اسلامی تعلیمات کا درس دیا کرتا تھا۔ مسلمانوں کی انجمن نے بچوں اور بڑوں کے لیے دینی تعلیم کی ویک اینڈ کلاسوں کا انتظام بھی کیا۔ ساتھ ہی ایک قطعۂ زمین خرید کر اس پر مسجد اور اسلامک سنٹر تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن ۱۹۷۰ء میں مسلمانوں کا ایک گروپ اس انجمن سے الگ ہو گیا اور اپنی الگ انجمن قائم کر لی جو انجمن حمایتِ اسلام کے نام سے مشہور ہوئی۔ مئی ۱۹۷۶ء میں ابن سعود یونی ورسٹی ریاض کے ڈاکٹر عبداللہ الزید آک لینڈ پہنچے۔ انھوں نے تمام مسلمان انجمنوں اور جماعتوں کو ترغیب دی کہ وہ نیوزی لینڈ مسلم ایسوسی ایشن میں ضم ہو جائیں اور متحد و مربوط ہو جائیں۔ مسٹر عبدالصمد بھیکو اس ایسوسی ایشن کے صدر نامزد ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں ملایشیا کے ڈاکٹر عبدالرحمٰن اس ایسوسی ایشن کے صدر بنے۔ ۱۹۷۹ء کے آغاز میں ایسوسی ایشن نے آک لینڈ میں پونسن بی کے

مقام پر ایک مسجد تعمیر کرائی جو نیوزی لینڈ کی سب سے بڑی مسجد شمار ہوتی ہے۔

۱۹۶۴ء میں نیوزی لینڈ میں ایک دوسری مسلم برادری منظم ہوئی جو ولنگٹن کے مسلمانوں کی جماعت تھی۔ یہ انٹرنیشنل مسلم ایسوسی ایشن آف نیوزی لینڈ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ ایسوسی ایشن ولنگٹن میں مسلمانوں کی تمام مذہبی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ یہ چھوٹے پیمانے پر ایک اخبار ''امان'' بھی نکالتی ہے۔ یہ ایسوسی ایشن ملایشیا اور انڈونیشیا کے طالب علموں کی رہنمائی میں قائم ہوئی تھی۔ کافی عرصے تک وکٹوریہ یونی ورسٹی کے ہسٹری کے بنگلہ دیشی نژاد پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید خان اس کے صدر رہے۔ ۱۹۷۶ء میں ان کے انتقال کے بعد اس ایسوسی ایشن میں ایک مسلم ملک کے سفارت خانے کا عمل دخل شروع ہوگیا جو اس حد تک بڑھ گیا کہ ولنگٹن کی مسلم برادری اس کے ایک سیکنڈ سیکرٹری کو ایسوسی ایشن کا صدر بنانے پر مجبور ہوگئی۔ اس شخص نے ولنگٹن کی مسلم برادری کو یقین دلایا کہ وہ انھیں مسجد کی تعمیر کے لیے اپنے ملک سے خطیر مالی امداد دلوا دے گا۔ لیکن مقامی مسلم انجمنوں میں سفارت خانے کی مداخلت کا نتیجہ نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کے حق میں کچھ بہتر ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے دوسرے مسلم ممالک کے سفارت خانوں نے بھی نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کی انجمنوں اور برادریوں کے معاملات میں مداخلت بے جا شروع کر دی جس سے ان کے تعمیری مقاصد کو شدید نقصان پہنچا۔ اس صورت حال کے پیش نظر ان مسلم برادریوں اور انجمنوں نے باہم ایکا کر کے، ان سفارت خانوں کے چنگل سے رہائی حاصل کی اور دوبارہ تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہوگئیں۔ ۱۹۷۵ء میں ایسوسی ایشن نے مسلمانوں کے لیے ایک الگ قبرستان وقف کروایا۔ ۱۹۷۸ء میں ولنگٹن کے ایک علاقے نیوٹن میں ایک عمارت حاصل کر کے وہاں اسلامک سنٹر قائم کیا۔

۱۹۷۰ء میں ناردرن آئی لینڈ میں پامرسٹن نارتھ کے مسلمانوں نے اپنے آپ کو مناواتو مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منظم کیا۔ اس انجمن کے صدر حاجی محمد شریف تھے۔ اس شہر کے مسلمان عرصۂ دراز تک اپنے گھروں ہی میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ اب ۱۹۹۹ء میں انھوں نے وہاں مسجد تعمیر کر لی ہے اور ایک اسلامک سنٹر بھی قائم کرلیا ہے۔

۱۹۸۰ء میں ہملٹن میں، جہاں ۳ فی صد مسلمان آباد تھے، پلنٹی مسلم ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ مسلمان وہاں ۱۹۶۰ء میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ انھوں نے ۱۹۷۵ء میں نماز اور دیگر اجتماعی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۹ء میں انھوں نے بھی اپنی مسجد تعمیر کر لی اور اسلامک سنٹر بھی قائم کرلیا۔ اب ان کی تعداد میں تین گنا اضافہ ہو چکا ہے۔

ساؤتھ آئی لینڈ میں ۱۹۱۸ء میں گجراتی مسلمان تارکین وطن کی آمد کا آغاز ہوا۔ یہ لوگ کرائسٹ چرچ

میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان اوّلین آباد کاروں میں اسماعیل فیملی نمایاں حیثیت کی حامل تھی۔ یہ لوگ پہلے غیر منظم اور بکھری حالت میں تھے۔ ۱۹۷۵ء میں ان مسلمانوں نے اپنے آپ کو منظم و مربوط کیا اور کنٹربری مسلم ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی جس کے پہلے صدر مسٹر سلیمان اسماعیل تھے۔ اس ایسوسی ایشن نے کرائسٹ چرچ میں ایک مسجد تعمیر کروائی، ساتھ ہی ایک اسلامک سنٹر بھی قائم کیا ہے۔ ساؤتھ آئی لینڈ میں مسلم برادریاں ڈیونڈن اور دوسرے شہروں میں تشکیل دی گئی ہیں۔

اپریل ۱۹۷۹ء میں نیوزی لینڈ کی منظم مسلم برادریاں فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشن آف نیوزی لینڈ (FIANZ) کے زیراہتمام متحد ہو گئیں۔ اس کے قائم مقام صدر مسٹر مظہر کراشیکی البانوی النسل اور آک لینڈ کے معزز بزنس مین ہیں۔ (FIANZ) اب تک نیوزی لینڈ کے تمام مسلمانوں کے اتحاد و نظم، فلاح و ترقی کے لیے بڑی فعال اور موثر تنظیم چلی آ رہی ہے۔

نیو کیلے ڈونیا

نیو کیلے ڈونیا فجی اور آسٹریلیا کے مابین واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۹ ہزار ایک سو مربع کلومیٹر ہے۔ یہ ایک بڑے اور کئی چھوٹے جزائر بشمول آئیل ڈی پنز کی اکائی ہے۔ یہ فرانسیسی نوآبادی ہے۔ ۱۹۷۶ء سے حکومتی نظم و نسق ایک ہائی کمشنر کے زیراہتمام اور علاقائی معاملات سات ممبران کی کونسل آف گورنمنٹ کے زیراہتمام چل رہے ہیں۔ ۳۵ ممبران کی ایک علاقائی اسمبلی اہم علاقائی معاملات اور مسائل کو نمٹاتی اور اپنے فیصلے صادر کرتی ہے۔ فرنچ نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں اس علاقے کی نمایندگی دو ڈپٹی اور دو سینیٹر کرتے ہیں۔

۱۹۸۲ء میں اس علاقے کی کل آبادی ایک لاکھ ۱۴ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن اب، یعنی ۱۹۹۹ء کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق یہ آبادی بڑھ کر ۳ لاکھ ۲۰ ہزار ہو چکی ہے۔ آبادی کا ۳۸ فی صد یورپی ہیں بالخصوص فرانسیسی، ۴۸ فی صد مقامی لوگ بالخصوص میلانیسین اور پولی نیسین، باقی ۱۴ فی صد مختلف الاقوام لوگ ہیں بالخصوص ویت نامی اور انڈونیشی۔

نیو کیلے ڈونیا کو ۱۸۵۳ء میں فرانسیسیوں نے فتح کیا تھا۔ ۱۸۶۳ء کے ایک فرمان کے مطابق اسے ان قیدیوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا جنھیں انتہائی سخت قسم کی قید بامشقت کی سزائیں سنائی گئی تھیں۔ مئی ۱۸۶۴ء میں ۲۴۸ قیدیوں کی پہلی کھیپ وہاں لائی گئی۔ ان دنوں فرانس الجزائر پر قبضہ جمانے کے لیے وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ مسلسل جنگوں میں مصروف تھا۔ ان جنگوں میں جو مسلم مجاہدین قیدی بنا لیے جاتے انھیں جہازوں میں بھر کر نیو کیلے ڈونیا بھیج دیا جاتا۔ ۱۸۷۱ء میں الجزائر کے کوہستانِ قبائل میں باشاغا مقرانی کی بغاوت کو کچلنے کے بعد فرانسیسیوں نے جو قیدی آئیل ڈی پنز بھیجے ان میں مقرانی کا بھائی اور ایک الجزائری

قبائلی سردار عزیز بھی شامل تھے۔

ان مسلمانوں کو نیو کیلے ڈونیا میں بڑی کٹھن اور صبر آزما زندگی گزارنی پڑی۔ انھوں نے حتی الامکان شعائرِ اسلامی کی پابندی کرنے کی کوشش کی۔ سؤر کے گوشت سے بچنے کے لیے انھوں نے بھیڑیں پالنی شروع کیں اور کھیتی باڑی شروع کی۔ فرانسیسیوں کی الجزائر میں فتوحات کے ساتھ ساتھ نیو کیلے ڈونیا میں مسلمان قیدیوں کی آمد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ پھر فرانسیسیوں کی مراکش' تیونس اور صومالیہ کی فتوحات کے ساتھ ان ملکوں سے بھی بے شمار مسلمان قیدی وہاں بھیج دیے گئے۔ اپنے وطنوں کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والے اکثر مجاہدین کو تاحیات جلاوطنی کی سزائیں دی گئیں تھیں جنھیں ۱۹۸۱ء میں ختم کر دیا گیا۔

ان مسلمانوں کی اولادوں نے مین لینڈ نیو کیلے ڈونیا کی طرف ہجرت کر کے شمال میں ناما' بوریل اور کومک کے مقامات پر اپنی برادریاں قائم کیں۔ بوریل میں ان کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ وہ وہاں زراعت کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ انھوں نے نساڈیو کے گاؤں میں اپنا قبرستان بھی بنا لیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں انڈونیشیا سے نئے تارکینِ وطن کی لہر نیو کیلے ڈونیا پہنچی۔ یہ مسلمان وہاں ہر جگہ پھیل گئے خاص کر 'کون' میں تو ان کی بھاری تعداد آباد ہو گئی۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں اس جگہ نِکل کی صنعت کی ترقی کے سبب فرانسیسی نو آبادیات خصوصاً جبوتی سے مزید تارکین وطن وہاں پہنچے۔ اس کے بعد سے لے کر ۱۹۹۹ء تک نیو کیلے ڈونیا میں مسلمان تارکین وطن کی آمد میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ یہ مسلمان زیادہ تر غریب اور ناخواندہ ہیں۔

نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں نے سب سے پہلے اپنے آپ کو جنوری ۱۹۷۰ء میں منظم کیا۔ پھر عرب اینڈ عرب ایسوسی ایشن آف نیو کیلے ڈونیا قائم کی (نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کے لیے اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے لیے لفظ 'عرب' 'مسلم' کا ہم معنی ہے)۔ پھر اگست ۱۹۷۵ء میں ایسوسی ایشن آف مسلمز آف نیو کیلے ڈونیا کا قیام عمل میں آیا۔ اس نئی ایسوسی ایشن نے اسلامی اداروں کے احیا کا پروگرام شروع کیا۔ نمازِ جمعہ بالعموم گھروں میں ادا کی جاتی تھی۔ وہاں بچوں کو اسلامی تعلیمات بھی دی جاتی تھیں۔ ایسوسی ایشن کے پہلے صدر عبدو محمد راغے تھے جو الجزائری النسل تھے۔ دوسرے لیڈر موسیٰ حاج بوک (صومالی النسل) اور محمد صلاح الدین بلیلی (الجزائری النسل) تھے۔ اس ایسوسی ایشن نے دوسرے مسلمان ممالک سے رابطہ کرنے کی کوشش کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں اکتوبر ۱۹۷۸ء میں نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کا ایک وفد فجی پہنچا۔ اس نے فجی مسلم لیگ سے ایک معاہدہ طے کیا جس کے تحت فجی مسلم لیگ نے نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں کے لیے خطیر مالی امداد کی منظوری دی۔ اس مالی امداد سے نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں نے ناما میں ویلی ڈی کولون میں ایک ہزار ایک سو ۷۰ مربع میٹر کا قطعۂ زمین خریدا جس پر ایک مسجد اور ایک اسلامک سنٹر تعمیر کیے گئے۔ جنوری ۱۹۷۹ء میں ایک صوبائی مسجد کمیٹی تشکیل

دی گئی۔ اس کمیٹی کے اہم ممبران ایک تیونسی اور ایک کمبوڈین تھے جن کا تعلق رابطہ مکہ اور دعوہ آرگنائزیشن لیبیا سے تھا۔ اس مسجد کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کو بڑی طویل اور صبر آزما جدوجہد کرنی پڑی تھی کیونکہ فرانسیسی حکام پُرتعصب عیسائی ہونے کے سبب مسلمانوں سے مذہبی عناد رکھتے تھے۔

مسلمانوں نے مذہبی احیا کے لیے جو کوششیں کیں، انھیں کچھ اس سبب سے بھی نقصان پہنچا کہ پرانے اور نئے تارکینِ وطن، یعنی انڈونیشی، عرب اور صومالی ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کے بجائے اپنی الگ الگ جماعتوں کے قیام پر زور دیتے رہے۔ بعد میں ۱۹۸۰ء کے عشرے میں انھی میں سے کچھ مخلص اور دور اندیش قسم کے لوگوں کی مساعیِ جمیلہ سے نیوکیلے ڈونیا کی تمام مسلم برادریاں یونائیٹڈ مسلمز آف نیوکیلے ڈونیا کے پلیٹ فارم پر باہم متحد و مربوط ہوگئیں۔ یہ انجمن آج کل نیوکیلے ڈونیا کے مسلمانوں کی اصلاح، اتحاد و نظم، ان کے مسائل و معاملات کی دیکھ ریکھ میں بڑی فعال اور موثر چلی آرہی ہے۔

دیگر ممالک

پاپوآ نیو گنی: بحرالکاہل کے دوسرے علاقوں میں نہایت اہم اور بڑا شمار کیا جاتا ہے۔ یہ جزیرہ ۱۹۷۳ء میں آزاد ہوا تھا۔ اس کا نظم و نسق آسٹریلیا کے ہاتھ میں تھا۔ اس کا کل رقبہ ۵ لاکھ ۷۵ ہزار ۳ سو مربع کلومیٹر ہے اور کل آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۴۴ لاکھ ۹۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ انڈونیشیا کا ہم سایہ ہے جس کے ساتھ اس کی طویل سرحد ملتی ہے۔ وہاں سے مسلمان اکثر ہجرت کر کے اس جزیرے پر آباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ مسلمان تعداد میں کم اور بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۳۵ ہزار ۵ سو کے لگ بھگ ہے۔ انھوں نے پہلی مرتبہ ۱۹۷۸ء میں پاپوآ نیوگنی اسلامک سوسائٹی کی بنیاد رکھی تھی اور اس کی دو شاخیں لائی (LAE) اور پورٹ مورس بی میں قائم کی تھیں۔ اس طرح پاپوآ نیوگنی کی مسلم برادری آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ اور نیوکیلے ڈونیا کے بعد بحرالکاہل کی پانچویں بڑی مسلم برادری شمار کی جاتی ہے۔

سالومن آئی لینڈز: ۱۹۷۸ء میں ۸۵ سالہ پرانے برطانوی استعمار سے آزادی نصیب ہوئی۔ ان جزائر کا کل رقبہ ۲۹ ہزار ۷ سو ۸۵ مربع کلومیٹر ہے اور کل آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۳ لاکھ ۷۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس کے دارالحکومت ہومارا میں مسلمانوں کی چھوٹی سی آبادی ہے۔ ان مسلمانوں کے پاپوآ نیوگنی کے مسلمانوں سے مضبوط روابط ہیں لیکن یہ مسلمان ابھی تک غیر منظم حالت میں ہیں۔

مغربی ساموآ: ۱۹۶۲ء میں آزاد ہوا۔ اس کا کل رقبہ ۲ ہزار ۸ سو ۴۲ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس کی کل آبادی ۲ لاکھ ۷۳ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد آباد ہے لیکن یہ مسلمان غیر منظم حالت میں ہیں۔

فرنچ پولی نیسیا : فرانس کا سمندر پار کا مقبوضہ علاقہ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲ ہزار ۵ سو ۲۰ مربع کلومیٹر اور کل آبادی تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق ۳ لاکھ ۱۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اس مجمع الجزائر کا اہم ترین جزیرہ تاہیٹی ہے۔ یہاں چار یا پانچ ہزار کے قریب مسلمان آباد ہیں لیکن یہ غیر منظم حالت میں ہیں۔

وانواٹو : ۱۹۸۰ء میں آزاد ہوا۔ اس کا کل رقبہ ۱۴ ہزار ۷ سو ۶۰ مربع کلومیٹر اور کل آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۲ لاکھ ۳۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مسلمان یہاں چند ہزار سے زیادہ نہیں۔ ان مسلمانوں کے پاپوآ نیوگنی اور نیو کیلے ڈونیا کے مسلمانوں سے گہرے روابط استوار ہیں لیکن یہ مسلمان بھی غیر منظم حالت میں ہیں۔

یو ایس ٹرسٹ ٹیریٹوری آف پیسفک آئی لینڈ: کل رقبہ ایک ہزار ۸ سو ۱۳ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق اس کی کل آبادی ۲ لاکھ ۵۷ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمان تھوڑی سی تعداد میں آباد ہیں لیکن یہ غیر منظم ہیں۔

گوام : امریکہ کے زیر اثر علاقہ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۵۰۴ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی ۲ لاکھ ۱۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد آباد ہے۔ یہ مسلمان بھی غیر منظم حالت میں ہیں۔

ٹونگا کنگڈم: یہ ۱۹۷۰ء میں آزاد ہوا۔ اس کا کل رقبہ ۷۵۴ مربع کلومیٹر اور ۱۹۹۹ء کے تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی ۲ لاکھ ۳۷ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مقامی ٹونگا مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن یہ مسلمان بھی غیر منظم ہیں۔

بحرالکاہل میں موجود دوسرے علاقوں کی آبادی ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۲ لاکھ ۶۵ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہاں مسلمان اقلیتیں غیر منظم حالت میں ہیں۔

نتائج

بحرالکاہل میں مسلم برادری کو دو فہرستوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ایک پرانے تارکینِ وطن اور دوسرے نئے تارکینِ وطن--- پرانے تارکینِ وطن فجی میں ایک موثر اور فعال برادری کے قیام میں کامیاب رہے لیکن آسٹریلیا میں انھیں اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔ نئے تارکین وطن نے آسٹریلیا میں اپنی منظم و مربوط، فعال و موثر تنظیم قائم کی اور اس کے دائرۂ اثر کو بحرالکاہل کے دوسرے ملکوں میں بھی پھیلا دیا۔

بحرالکاہل میں مسلمانوں نے اپنے آپ کو چھ برادریوں کی صورت میں منظم کیا ہے۔ آسٹریلیا، فجی، نیوزی لینڈ، نیو کیلے ڈونیا، پاپوآ نیوگنی اور ٹونگا۔ مسلمانوں کو باہم منظم و مربوط کرنے کی کوششیں اب بحرالکاہل کی

تین دوسری ریاستوں میں بھی شروع ہو چکی ہیں۔ فجی میں مسلمان سب سے زیادہ منظم و مربوط حالت میں ہیں۔ یہ فجی مسلم لیگ کی مساعی جمیلہ کی بدولت ہے جس نے مسلمانوں کی ہر میدان، بالخصوص تعلیمی میدان میں فلاح و ترقی کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد آسٹریلوی برادری کا نمبر آتا ہے جس نے آسٹریلین فیڈریشن آف اسلامک کونسلز (AFIC) کے زیر انتظام ہر میدان میں قابل تقلید ترقی کی ہے۔ لیکن اسے ابھی تک ایک فعال اور مخلص قیادت میسر نہیں آسکی۔ اگر فجی کی مانند یہ بھی کل وقتی مسلم اسکول کھولنے اور ہر مسجد کا اسلامک سنٹروں، پرائمری اور سیکنڈری اسکولوں سے الحاق کرنے میں کامیاب ہوگئی تو آسٹریلیا میں اسلام کے تیز تر پھیلاؤ اور ترقی کے امکانات زیادہ روشن ہو جائیں گے۔

گذشتہ چار برسوں کے دوران، ان چھ برادریوں کے مابین باہمی افہام و تفہیم اور مشاورت کے نتیجے کے طور پر ۱۹۸۰ء میں دی ریجنل اسلامک کونسل فار ساؤتھ ایسٹ ایشیا اینڈ دی پیسیفک (RISEAP) کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر ملایشیا میں قائم کیا گیا۔ پھر ۱۹۸۴ء میں اسلامک کونسل آف ساؤتھ پیسیفک وجود میں آئی جس کا ہیڈ کوارٹر سووا فجی میں قائم ہوا۔

بحرالکاہل کی مسلم برادریوں کے اس نئے تنظیمی سیٹ اَپ کا اہم نکتہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد اداروں پر رکھی گئی ہے نہ کہ افراد کی کرشماتی لیڈر شپ پر۔ اس کا ایک عام آدمی کو بھی بے حد فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

بحرالکاہل کے ممالک میں اب مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی دے دی گئی ہے۔ ماضی میں مسیحی امپریلزم نے آسٹریلیا میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کر رکھی تھی۔ اب یہ امپریلزم قصۂ پارینہ بن چکا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے لوگوں کی طرح مذہبی مساوات برتی جاتی ہے۔ فجی اور آسٹریلیا میں مسلمانوں کو ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل ہے۔ لیکن پاپوآ نیوگنی اور دوسرے ملکوں میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی کے حصول کے لیے طویل جدوجہد کرنی پڑی۔ بحرالکاہل کے اکثر ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ناخواندہ اور صحیح اسلامی روح سے ناآشنا ہے جو وہاں کے مخلص اور دین دار مسلمانوں کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے۔ ان مسلمانوں کو ان منافق مسلمانوں سے بھی خطرہ ہے جو اس جاہل اکثریت کی جہالت، تعلیمی پسماندگی اور دینی سمجھ بوجھ کے فقدان سے فائدہ اٹھا کر اسے گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔

مآلِ کار اب بحرالکاہل کے مسلمانوں نے اپنی برادریوں کے مابین ربط و ضبط، رسل و رسائل، علم و خبر کے لیے اپنے اخبارات اور رسائل شائع کرنے شروع کر دیے ہیں۔ ان میں نمایاں ترین، آسٹریلین منارٹ ہے جو AFIC کا رسالہ ہے اور 'مسلم وائس' جو فجی مسلم لیگ کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ بہت سی برادریوں اور طلبہ کی تنظیموں کے بھی اپنے اپنے اخبارات اور رسائل ہیں۔ (یہ تحریر ڈاکٹر کتانی کی کتاب مسلم مائنرٹیز آف دی ورلڈ کے مضمون سے ماخوذ اس پر تازہ معلومات کا اضافہ ہے)۔

مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ

پروفیسر خورشید احمد

عالم کی موت کو جس نے بھی عالَم کی موت کہا بڑی سچی بات کہی۔ پھر اگر عالم بھی ایسا ہو جس کی شخصیت ہمہ جہت ہو اور علم و فضل، تقویٰ وللّٰہیت اور سعی و عمل ہر میدان میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہو، نیز اُمت کے لیے ایک ایسے دَور میں رخصت ہوا ہو جب وہ قحط الرجال کی مصیبت اور آزمایش سے دوچار ہو تو پھر ایسے عالم کی موت پر جتنا بھی غم کیا جائے، کم ہے۔ ہاں، اللہ کی رضا اور مشیت ہر چیز پر غالب ہے، صحیح فیصلہ اسی کا ہے، خواہ عطا کے باب میں ہو یا محرومی کے۔ ۴ اپریل ۲۰۰۲ء میرے لیے بے پناہ غم واندوہ کا دن تھا کہ دنیا سے ایک ایسا عالمِ دین رخصت ہو گیا جو صرف کتابی عالم نہ تھا بلکہ جدوجہد کے میدان میں بھی اسم بامسمّٰی تھا، یعنی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی --- انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کا ذکرِ خیر میں نے سب سے پہلے اپنے عزیز نوجوان ساتھی ڈاکٹر منظور عالم کی زبانی سنا اور ان کی خدمات کا ایک خوش گوار نقش دل پر مرتسم ہوا۔ لیکن جب مجلّہ فقہ اسلامی کی چھ ضخیم جلدیں (آخری دو جلدیں دو دو حصوں پر مشتمل ہیں) پڑھنے کو میسر آئیں جن کے مدیر، محرک اور محور مولانا مجاہد الاسلام تھے تو ان کے اس کارنامے پر دل بے اختیار پکار اُٹھا --- ''ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں ہے!''

مولانا مجاہد الاسلامؒ سے میرا اصل تعارف ان کے علمی کارناموں ہی سے ہوا۔ مجھے یہ بات کہتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ گذشتہ ربع صدی میں ہندستان میں سب سے وقیع علمی کام کی نسبت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی ذات کی مرہونِ منت ہے۔ انھوں نے خود بھی علمی تبحر کے ساتھ اجتہادی بصیرت کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ اہلِ علم کو منظم کرنے اور وقت کے موضوعات پر انھیں تحقیق و تدبر کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ اس کے لیے کامیاب منظم مساعی کر کے بڑی روشن مثال قائم کی اور یہ ثابت کر دیا کہ ایک بڑے پُرآشوب دَور میں بھی دین کے خادم کس طرح نئے چراغ جلا سکتے ہیں اور نئی روایات قائم کر سکتے ہیں۔

مجاہد الاسلام قاسمیؒ دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ

مولانا اعزاز علی امروہویؒ کے شاگرد خاص تھے۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ تعلیمی اعزاز کے ساتھ فارغ ہوئے اور جامع رحمانی مونگیر سے وابستہ ہوگئے۔ پھر امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے قاضی القضاہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں آل انڈیا مسلم مشاورت اور ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہوئے۔ لیکن میری نگاہ میں ان کا سب سے اہم اور تاریخی کارنامہ اسلامک فقہ اکیڈمی کا قیام ہے جس کے وہ سیکرٹری جنرل تھے۔ ان کی قیادت میں اس اکیڈمی نے وہ کام انجام دیا جس کا خواب اہل نظر دیکھ رہے تھے اور جو وقت کی بہت بڑی ضرورت تھی۔

اس اکیڈمی کے پلیٹ فارم پر مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ہندستان کے تمام مکاتب فکر کے علما کو جمع کیا، وقت کے موضوعات پر ان کو غوروفکر اور اجتہاد وانطباق کی دعوت دی اور ایک درجن کے قریب ملک گیر سیمی ناروں کا اہتمام کیا جن میں فقہ کے جزوی مسائل پر مبنی بلکہ جدید معاشرہ اور معیشت کو درپیش مسائل پر تحقیق اور بحث ومباحثہ کا اہتمام کیا۔ زکوٰۃ، سود، عشر، خراج، ضبط تولید، پگڑی کا مسئلہ، کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت، اعضا کی پیوندکاری، کلوننگ (cloning)، اوقاف، شیئرز اور محدود ذمہ داری والی کمپنیوں کی حیثیت، ضرورت وحاجت، اسلامی بنک کاری، انشورنس جیسے مسائل پر درجنوں علما اور جدید علوم کے ماہرین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، تحقیقی مقالات کو بحث وگفتگو کی بنیاد بنایا، اور انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں اجتماعی اجتہاد کی ایک ایسی مثال قائم کی جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس پورے عمل میں جو چیز سب سے نمایاں اور روشن ہے وہ ایک طرف اللہ اور اس کے رسولؐ سے مکمل اور غیر مشروط وفاداری، قرآن وسنت کے احکام اور اصول وکلیات کا مکمل احترام اور اتباع، فقہی سرمایے کا اجتہادی بصیرت سے جائزہ ہے، تو دوسری طرف جدید مسائل کا ادراک اور مقاصد شریعت کی روشنی میں اُمت کے موجودہ حالات وظروف کو پیش نظر رکھتے ہوئے نئے مسائل کا حل نکالنے کی کوشش ہے۔

بلاشبہہ یہ کام جتنا ضروری ہے اتنا ہی نازک اور مشکل بھی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے جو کام کیا اور اس سے بڑھ کر جس کام میں برعظیم ہی نہیں پوری اسلامی دنیا کے اہل علم کو شریک کیا وہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور میری دعا ہے کہ یہ ایک صدقہ جاریہ کی شکل میں ان کے لیے اجروثواب اور رفع درجات کا ذریعہ بنے۔

مولانا قاسمیؒ کی تصنیفات وتالیفات ۳۰ سے متجاوز ہیں۔ وہ عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ ان کی پوری زندگی علمی کام کے ساتھ تعلیم کے فروغ، اُمت مسلمہ کی اجتماعی مسائل

میں رہنمائی اور قیادت میں وحدتِ اُمت کی بیش بہا مساعی سے عبارت ہے۔ آل انڈیا مسلم کونسل کا قیام بھی ان کی اجتہادی بصیرت اور سیاسی فہم وفراست کا شاہکار تھا، گو یہ ادارہ ابھی اپنے ابتدائی مراحل ہی میں ہے اور معلوم نہیں ان کے بعد اس کا کیا بنے۔

مجھے مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے تین بار ملنے کا موقع ملا اور ہر بار یہ ملاقات کویت میں الھیئة الخیریة الاسلامیہ العالمیه کے جنرل کونسل کے اجلاس کے موقع پر ہوئی۔ مولانا قاسمیؒ سے اُمت کے مسائل پر کھل کر بات کرنے کا موقع ملا اور ان کے علمی تبحر کے ساتھ ان کے دردِ دل اور اُمت کے مستقبل کے بارے میں ان کی معاملہ فہمی کا دل پر گہرا نقش پڑا۔ مولانا قاسمیؒ انکسار اور اعتدال کا پیکر تھے۔ ادّعاے علم کا کوئی شائبہ بھی مجھے ان سے گھنٹوں گفتگو میں نظر نہ آیا۔ بھارت کے مسلمانوں کے بارے میں فکرمندی تو فطری تھی، میں نے ان کو پاکستان، فلسطین، وسط ایشیا ہر جگہ کے مسلمانوں کے لیے متفکر پایا۔ اُمت میں اتحاد کے لیے وہ ہر لمحے بے چین رہتے تھے اور سب کو فقہی مسالک اور جماعتی عصبیتوں سے بالا ہونے کی دعوت دیتے تھے اور خود اس پر عمل کرتے تھے۔ وہ ہر مکتب فکر میں مقبول ومحترم تھے۔ ماہنامہ ترجمان القرآن کی خدمات کا ذکر بڑی فراغ دلی سے کیا اور خرم بھائی (خرم مرادؒ) اور اس خاکسار کے دور میں جو کام ترجمان القرآن نے انجام دیا ہے اس کی بار بار توصیف فرمائی۔ ہمارے انگلستان کے کام (اسلامک فاؤنڈیشن) سے بھی واقف تھے اور بہت اچھے الفاظ میں اس کا ذکر کیا۔ ہندستان کی جماعت اسلامی کی قیادت کا ذکر بھی بڑے احترام سے کیا اور ملی کونسل کے سلسلے میں جماعت کے بارے میں اپنی اچھی توقعات کا اظہار فرمایا۔ معاملہ فہمی، بردباری، توسّع اور اعتدال ان کے ایک ایک لفظ سے نمایاں تھے۔

آخری ملاقات پچھلے سال الھیئه کے نئے مرکز کے افتتاح کے موقع پر ہوئی۔ بیماری اور وہ بھی کینسر جیسی موذی مرض کے باوجود اس اجتماع میں شرکت فرمائی اور علیحدہ ملاقات کے لیے اصرار کیا جو میرے لیے باعث شرف ہی نہیں استفادے کا ایک نادر موقع ثابت ہوئی۔ خیال تھا کہ اس سال مئی میں الھیئه کا جو پانچواں عالمی اجتماع ہو رہا ہے اس میں ان سے ملاقات ہوگی مگر اس سے پہلے ہی اللہ کا بلاوا آ گیا اور قاسمی صاحب علمی، دعوتی اور ملی خدمت کی ایک روشن مثال قائم کر کے ہم سے رخصت ہو گئے۔ ان کی کمی بھارت کے مسلمان ہی محسوس نہیں کریں گے، بلکہ ساری دنیا کے مسلمان اس غم میں شریک اور اس محرومی کے سزاوار ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی بشری لغزشوں سے صرفِ نظر کرے، ان کو جنت کے اعلیٰ ترین درجات میں جگہ دے اور جس طرح اس تاریک دور میں، ۱۹۷۰ء کی دہائی میں، وہ ہندستان کے علمی اور دعوتی اُفق پر غیب سے نمودار ہوئے اور گراں قدر خدمات انجام دیں، اسی طرح اُمت مسلمہ کو ان جیسے داعیوں سے برابر فیض یاب کرتا رہے: این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

اخبارِ اُمت

الجزائر کے پارلیمانی انتخابات

عبدالغفار عزیز○

الجزائر کے انتخابات ضرب المثل بن چکے ہیں۔ مغرب کے دہرے معیاروں کا ذکر کرنا ہو یا عوامی اکثریت کے اسلامی رجحانات کا، الجزائر کے انتخابات پوری کہانی بیان کر دیتے ہیں۔ الجزائر ہی سے بعض لوگ یہ بحث شروع کرتے ہیں کہ انتخابات کے ذریعے تبدیلی ممکن نہیں رہی اور گذشتہ ۱۰ سالہ خوں ریزی سے یہ نتیجہ بھی نکالا جاتا ہے کہ آزادی و دفاع کی جنگ کے علاوہ اسلحے کا استعمال کسی منزل تک نہیں پہنچاتا۔

۳۰ مئی ۲۰۰۲ء کو الجزائر میں دوبارہ انتخابات ہوئے۔ ایک بار پھر وہی پارٹی برسرِ اقتدار آ گئی یا لے آئی گئی جو ۱۹۶۲ء میں آزادی کے بعد سے لے کر ۱۹۹۲ء تک مسلسل اور بلاشرکت غیرے اقتدار میں رہی ہے۔ ۵ اپریل ۱۹۹۹ء سے الجزائر کے صدر عبدالعزیز بوتفلیقہ ہی لبریشن فرنٹ کے سرپرست ہیں۔ انتخابات سے پہلے ہی مختلف جائزوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا جانے لگا تھا کہ لبریشن فرنٹ ۳۷ فی صد سے زائد ووٹ لے کر کامیاب ہوگا اور دوسرے نمبر پر وزیر انصاف کی پارٹی نیشنل ڈیموکریٹک فورم رہے گی۔ نتائج آئے تو اسے سچ کر دکھایا گیا اور ۳۸۹ سیٹوں کے ایوان میں ۱۹۹ سیٹیں اور ۳۵.۵۲ فی صد ووٹ لے کر فرنٹ پہلے اور ۴۸ نشستیں لے کر فورم دوسرے نمبر پر رہا، جب کہ تیسرے اور چوتھے نمبر پر دو اسلامی جماعتیں رہیں۔ "حمس" نے (جس کا نام پہلے حماس تھا جو مخفف تھا "تحریک اسلامی معاشرہ" کا اور بعد میں یہ پابندی لگ جانے کے بعد کہ کوئی پارٹی اپنے نام کے ساتھ اسلام یا اسلامی کا سابقہ یا لاحقہ نہیں لگا سکتی، حمس کر دیا گیا جو تحریک برائے پرامن معاشرہ کا مخفف ہے) ۳۸ سیٹیں جیتیں اور تحریک اصلاح نے سب اندازوں کے برعکس ۴۳ سیٹیں حاصل کیں۔

○ ڈائرکٹر، امور خارجہ، جماعت اسلامی پاکستان

حمس بنیادی طور پر اخوان المسلمون ہی کا دوسرا نام ہے اور اس کے سربراہ محفوظ نحناح ہیں' جب کہ تحریک اصلاح کے سربراہ عبداللہ جاب اللہ ہیں۔ یہ دونوں رہنما ۱۹۹۲ء کے انتخابات میں کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکے تھے اور نہ اسلامک سالویشن فرنٹ سے ہی ان کے تعلقات میں بہتری کی کوئی کوشش کامیاب ہو سکی تھی۔ عبداللہ جاب اللہ بھی ایک معتدل اسلامی رہنما ہیں۔ محفوظ نحناح اور سالویشن فرنٹ کے رہنماؤں کی طرح ان کی بھی جماعت اسلامی پاکستان کے رہنماؤں سے متعدد ملاقاتیں رہی ہیں اور پُرامن جدوجہد کے ذریعے مکمل اسلامی نظام ہی ان کا ہدف ہے۔ ان چار پارٹیوں کے علاوہ پانچویں قابل ذکر پارٹی کا نام لیبر پارٹی ہے۔ اس نے ۲۱ نشستیں جیتی ہیں' جب کہ سابقہ پارلیمنٹ میں اس نے چار سیٹیں حاصل کی تھیں۔ اس کی سربراہ لویزا حنون ہیں اور سیکولر خیالات رکھتی ہیں۔

ان انتخابات کے حوالے سے ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مختلف پارٹیوں کی طرف سے ۱۰ ہزار ۵۲ امیدوار تھے اور ایک ہزار ۲ سو ۶۶ امیدوار آزاد تھے اور کل امیدواروں میں سے ۴۵ فی صد اعلیٰ تعلیم یافتہ (بی اے یا اس سے اُوپر) تھے' جب کہ ۳۹ فی صد ایف اے اور ۱۱ فی صد اوسط درجے کی تعلیم رکھتے تھے۔

اسلامک سالویشن فرنٹ (FIS) نے' جس کی قیادت ۱۹۹۱ سے مسلسل پابجولاں ہے' ان انتخابات کے موقع پر اپنے کارکنان کو اختیار دیا تھا کہ وہ حصہ لینا چاہیں تو اپنے اپنے علاقے میں اپنی مرضی کی پارٹی سے تعاون کر سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ فرنٹ کو قانوناً ممنوع قرار دیا جا چکا ہے اور FIS کے نام سے کوئی شخص سیاست میں حصہ نہیں لے سکتا۔

اس المیے سے بڑا المیہ شاید کوئی نہ ہو کہ صرف فرنٹ کو حکومت سازی سے روکنے کے لیے پورے ملک کو ایک خوں آشام عشرہ دیکھنا پڑا۔ ''العشریہ الحمراء'' کے نام سے یاد کیے جانے والے ۹۰ کے عشرے میں ایک لاکھ سے زائد بے گناہ موت کی وادی میں اُتارے جا چکے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ ۲۰۰۲ء کے مطابق ۷ ہزار سے زائد افراد اغوا ہوئے ہیں۔ قتل عام کی ۱۶ وارداتیں ایسی ہیں جن میں ہلاک شدگان کی تعداد ۵۰۰ سے زائد تھی۔ ۱۲ وارداتیں ایسی تھیں جن میں مرنے والوں کی تعداد ۱۰۰ سے زائد تھی۔ ۴۲۰ وارداتیں ایسی ہیں جن میں پانچ سے ۲۵ تک افراد قتل ہوئے اور ۶۲۲ وارداتوں میں مرنے والوں کی تعداد پانچ سے متجاوز تھی۔

خون آلود عشرے کے باعث الجزائر صدیاں پیچھے چلا گیا۔ پٹرول کے بڑے ذخائر اور ملکی برآمدات کا ۹۸ فی صد حصہ پٹرول ہونے کے باوجود الجزائر ۴۸ ارب ڈالر کا مقروض ہے۔ ۳ کروڑ کی آبادی میں ایک کروڑ ۸۰ لاکھ افراد خطِ افلاس سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ افراد ایسے ہیں جو روزانہ ایک ڈالر (۶۰ روپے) سے بھی کم آمدن رکھتے ہیں۔ ۳۰ فی صد لوگ بے روزگار ہیں۔ ۱۰ سالہ خوں ریزی کے دوران

مزید ساڑھے ۳ لاکھ افراد کو بے روزگار ہونا پڑا۔ یہ تعداد اور بھی زیادہ ہوتی اگر بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد کو مختلف سیکورٹی ایجنسیوں میں نہ کھپالیا جاتا۔ الجزائر کو آزادی کے بعد افریقہ کا جاپان کہا جاتا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ فرانسیسی استعمار کی تباہ کاریوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد الجزائر بھی جاپان کی طرح تعمیر و ترقی کی شاہراہ پر چل پڑے گا۔ لیکن گذشتہ ۱۰ سال کی قتل و غارت کے دوران یہی الجزائر اپنے سکّے کی ۴۰ فی صد حیثیت کھو چکا ہے۔

سیاسی بے یقینی کا عالم یہ ہے کہ ۱۹۹۲ء سے اب تک چار سربراہ مملکت آچکے ہیں (محمد بوضیاف، علی کافی، الامین زروال، بوتفلیقہ) آٹھ وزراے اعظم تبدیل ہو چکے ہیں اور موجودہ صدر بھی ایک ایسے صدارتی انتخابات کے نتیجے میں منتخب قرار دیے گئے ہیں کہ جن میں آٹھ صدارتی امیدوار تھے اور انتخابات سے پہلے ہی کھلی دھاندلی پر احتجاج کرتے ہوئے سات امیدواروں نے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ بوتفلیقہ کا مقابلہ اپنے ضمیر ہی سے ہوا اور ضمیر شکست کھا گیا۔ عبدالعزیز بوتفلیقہ پانچ سال کے لیے صدر "منتخب" ہو گئے۔

حالیہ انتخابات میں امازیغی (بربر) قبائل نے بائیکاٹ کیا۔ امازیغ کے علاقوں میں اپریل ۲۰۰۱ء سے مظاہرے اور فسادات جاری ہیں۔ ان قبائل کا مطالبہ ہے کہ ان کی امازیغی زبان کو بھی قومی زبان کا درجہ دیا جائے۔ پاکستان میں الجزائر کے سابق سفیر محی الدین عمیمور اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ "فرانسیسی پریس ایک بار پھر بائیکاٹ کرنے والے قبائل کی واضح طرف داری کر رہا ہے اور یہ اس کا تاریخی ورثہ ہے"۔ واضح رہے کہ الجزائر میں امازیغی زبان یا علاقوں کے نام سے پہلے کوئی عصبیت نہیں پائی جاتی تھی۔ ۱۸۳۰ء سے ۱۹۶۲ء تک الجزائر پر اپنے تسلط کے دوران فرانس نے جہاں یہ پوری کوشش کی کہ وہ اس خطے کو دوسرا فرانس بنا دے، وہیں "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے استعماری اصول پر عمل کرتے ہوئے الجزائری معاشرے کو تقسیم در تقسیم کرنے کی پالیسی اپنائی۔ فرانسیسی حکمرانوں کے بقول الجزائر ان خطوں کی طرح کا کوئی خطہ نہیں ہے جہاں کسی وقتی ضرورت کے باعث فرانس نے اپنی فوجیں اور حکومتی عہدے دار بھیجے ہیں، بلکہ الجزائر فرانس کا اٹوٹ انگ ہے۔ وہاں لاکھوں فرانسیسیوں کو آباد کیا گیا۔ الجزائر کی زرخیز سرزمین کا ۹۳ فی صد حصہ فرانسیسی آبادی کے نام کر دیا گیا۔ ان کے بقول الجزائر کی حیثیت بھی جزیرہ کورسیکا کی سی ہے، جس کے اور فرانسیسی سرزمین کے درمیان سمندر حائل ہے لیکن نپولین بوناپارٹ کی جنم بھومی کورسیکا کے فرانسیسی ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے۔

فرانسیسی استعمار نے ۱۸۷۴ء میں ایک قانون بنایا جس کے بموجب عرب اور بربر (امازیغی) قبائل کو دو مختلف قومیں بنا دیا گیا۔ مسلمان بربر قبائل نے خلافت اسلامی کے زمانے میں یورپ کے قلب تک اسلام کا پرچم پہنچانے میں جو سنہری کردار ادا کیا تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن جب تفرقے کے بیج بوئے گئے اور انھیں

امازیغی، یعنی بہادر و آزاد کہلانے پر فخر کرنے پر اُبھارا گیا تو قانوناً پابندی لگادی گئی کہ آیندہ انھیں عربی زبان نہیں امازیغی زبان کی تعلیم دی جایا کرے گی۔ انھیں یہ باور کروایا گیا کہ تمھاری جڑیں عربوں میں نہیں یورپی اقوام میں ہیں۔ امازیغی زبان صرف زبان نہیں بلکہ بت پرستی کی ایک تہذیب ہے جس میں مشرکانہ روایات قانون کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس فرانسیسی پالیسی کے متعدد اہداف تھے لیکن ایک بنیادی ہدف ایک مسیحی پیشوا یہ بیان کرتے ہیں: ''ہم پر لازمی ہے کہ ہم اس قوم کو قرآن سے آزادی و نجات دلائیں''۔ فرانسیسی جنرل بیجو کے دفتر سے یہ بات کہی جاتی ہے: ''اسلام کے آخری دن آچکے ہیں۔ ۲۰ برس کے اندر اندر الجزائر کا معبود صرف مسیح ہوگا' رہے عرب تو وہ اس ''فرانسیسی سرزمین'' کے حکمران نہیں بن سکتے جب تک وہ مسیحیت نہ اختیار کرلیں''۔

اپریل ۲۰۰۱ء سے (امازیغی زبان' قومی زبان) کے نعرے سے جو تحریک شروع کی گئی ہے' اس کا تدارک نہ کیا گیا تو خدشہ ہے کہ الجزائر میں دوبارہ تقسیم کی سازشیں روبہ عمل نہ آجائیں۔ اس سے پہلے کہا جاتا تھا کہ الجزائر کے جو تین بنیادی اصول تبدیل نہیں ہوسکتے وہ ہیں: ''الجزائر ہمارا دیس ہے' اسلام ہمارا دین ہے اور عربی ہماری زبان ہے''۔ لیکن اب ایک اصول کو نشانہ بنا کر دوسرے دو اصولوں کو بھی زد میں لیا جارہا ہے۔

حیران کن پہلو یہ ہے کہ جیسے ہی امازیغی زبان کی حالیہ تحریک شروع ہوئی بوتفلیقہ (جس کا ایک ترجمہ تقسیم کرنے والا بھی ہوسکتا ہے) نے قانون جاری کردیا کہ امازیغی بھی عربی زبان ہی کی طرح ہماری قومی زبان ہے۔ وہ حکومت جو ۸۰ فی صد عوام کے ذریعے منتخب پارٹی کو اس کا حق دینے پر تیار نہیں (۱۹۹۱ء کے بلدیاتی انتخابات میں ایک ہزار ۵ سو ۴۱ میں سے ۸۵۳ یونین کونسلوں اور ۴۱ میں سے ۳۱ میونسپل کمیٹیوں میں جیتنے اور پھر ۱۹۹۲ء کے قومی انتخابات میں ۳۸۰ نشستوں میں سے ۱۸۸ نشستیں جیتنے والے اسلامک سالویشن فرنٹ کو غیر قانونی قرار دے کر پابند سلاسل کردیا گیا)' اسے ۱۰ سال تک الجزائر کو خون میں ڈبو دینا تو منظور تھا لیکن سالویشن فرنٹ کے ساتھ مذاکرات منظور نہیں تھے' اسے الجزائر کے تین بنیادی ستونوں میں سے ایک اہم ستون کو تبدیل کرنے میں کوئی باک نہیں ہے۔

اس کے باوجود بھی کش مکش و بحران ابھی جاری ہے۔ آئے دن قتل ہوجاتے ہیں اور قبائل کے مظاہرے و تحریک بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ انتخابات میں تقریباً سب پارٹیوں نے الجزائر میں امن و امان کو اپنے انتخابی پروگرام کا بنیادی نکتہ قرار دیا۔ ڈیموکریٹک کا انتخابی سلوگن بھی یہ تھا: ''ملکی استحکام اور الجزائر کی ترقی''۔ اسلامی پارٹی النہضۃ کا سلوگن تھا: ''الحل فی المصالحۃ'': مسائل کا حل مصلحت میں مضمر ہے۔ لیکن صدر کی پارٹی نے عالمی قوتوں کی خوشنودی کو مقدم رکھا اور تکرار سے کہا: ''دہشت گردی کا خاتمہ قومی ذمہ داری ہے''۔

اب الجزائر کی نئی حکومت کا اعلان بھی کردیا گیا ہے۔ اکثر و بیشتر وزرا وہی ہیں لیکن ایک تبدیلی کا ذکر

خاص طور پر کیا جا رہا ہے کہ مواصلات و ثقافت کی وزارت ایک خاتون خلیدہ کو سونپی گئی ہے جو حکومت کی ترجمان بھی ہوں گی۔ خاتون کا وزیر بننا یا وزیراعظم بننا بھی اب دنیا میں کوئی بڑی خبر نہیں رہی لیکن جس انداز سے الجزائری اور عرب میڈیا اس واقعے کا ذکر کر رہا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ خواتین کو شریک اقتدار کرنا اور پھر اس کی شہرت کرنا ایک خاص پیغام ہے جو خاص عالمی قوتوں کو دیا جانا مقصود ہوتا ہے۔ لیکن الجزائر اور ہر اسلامی ملک کے حوالے سے یہ سوال پوری شدت سے سامنے آجاتا ہے کہ ہماری حکومتیں کب اصل قومی مسائل کو ترجیحات کی منصفانہ فہرست میں شامل کریں گی؟ کب ذاتی یا عالمی پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر ملک کے تمام خیرخواہ عناصر کو مشاورت و فیصلوں میں شریک کر کے قومی یک جہتی کا اصل راستہ اپنائیں گی؟ اور کب ملک کو ایک کے بعد دوسرے بحران میں دھکیلنے کے بجائے تعمیر و ترقی کی حقیقی راہ اختیار کریں گی؟

فلسطین: صہیونی امریکی منصوبے

منصور جعفر ○

یاسر عرفات کے صدارتی محل کا محاصرہ ہو یا پھر گذشتہ دنوں بیت لحم میں نیٹیوٹی چرچ کے بحران کا خاتمہ، ہردو کا مقصد فلسطینیوں کی جدوجہد کو سرد خانے میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ منظرنامہ دراصل مسئلہ فلسطین کے ''مخصوص سیاسی حل'' کی خاطر ایک علاقائی امن کانفرنس بلانے کے لیے باقاعدہ سوچ بچار کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ اس ''منصوبے'' کی کامیابی کے لیے سب سے پہلے ضروری تھا کہ یاسر عرفات کی سربراہی میں نیم خودمختار فلسطینی اتھارٹی کو اپنی صفوں میں اصلاحات کے نام پر قابو میں لایا جائے۔ ان اصلاحات کے لیے یاسر عرفات کے ''بہی خواہوں'' نے ان کی حکومت کا سیکورٹی اور انٹیلی جنس کا نظام ہی چنا ہے، جو بجائے خود اصلاحات کے پردے میں امریکی صہیونی عزائم کو منکشف کرنے کے لیے کافی ہے۔

فلسطینی اتھارٹی کی صفوں میں داخلی اصلاح کے مطالبے کے ساتھ فلسطینی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کا غوغا بھی بلند کیا جا رہا ہے، جب کہ دوسری طرف اسرائیل اپنی نام نہاد ''سیکورٹی وال'' کی آڑ میں خود اپنی حفاظت سے عاری اور بے دست و پا عرفاتی مقتدرہ کی عملاً اینٹ سے اینٹ بجاتے ہوئے اس کے شہروں، بلدیات اور دیہات کا محاصرے کیے ہوئے ہے۔ ان ساری کوششوں کا محور امریکی اور صہیونی منصوبہ ہے

○ سابق مدیر ماہنامہ بیت المقدس، اسلام آباد

جس میں حقیقت کا روپ بھرنے کے لیے یورپی حمایت بھی سامنے لائی گئی ہے۔

اس میں دو آرا نہیں کہ اسرائیلی وزیراعظم اریئل شیرون نے، جو مجوزہ بین الاقوامی علاقائی امن کانفرنس کے محرک ہیں، فلسطینی شہروں کے محاصرے اور ان پر عملاً چڑھائی کے بعد اس کانفرنس کی تجویز پیش کر کے یاسر عرفات کو مجبور کیا کہ وہ ''متروک معاہدہ اوسلو'' پر عمل درآمد کی رٹ چھوڑ کر نئے زمینی حقائق کے مطابق کام کریں، کیونکہ اسی میں ان کے لیے عافیت ہے۔

تل ابیب، جب فلسطینی شہروں کے محاصرے سے تھک کر چور ہو گیا تو ایسے میں اریئل شیرون کی مدد کے لیے امریکہ، روس، یورپی یونین اور اقوام متحدہ ایک نئی بین الاقوامی امن کانفرنس کی تجویز لے کر آئے۔ اس کانفرنس میں متعلقہ ممالک کے وزرائے خارجہ شرکت کریں گے اور وہ عرب اسرائیل قضیے کے سیاسی حل کے لیے باہم صلاح مشورے کریں گے۔ کانفرنس کے شرکا کن اصولوں کے دائرے میں مسئلے کا حل تلاش کرنے کے پابند ہوں گے، اس ضمن میں مکمل خاموشی کسی طوفان کی آمد کا اشارہ ہے۔ کانفرنس کے فیصلوں پر عمل درآمد کے لیے کون سی عالمی ضمانتیں فراہم کی گئی ہیں، اس پر خاموشی بھی معاملات کو مشکوک بنا رہی ہے۔ سب سے بڑھ کر امریکی صدر جارج بش کا ۲۶ مئی ۲۰۰۲ء کو فرانس کے صدر ژاک شیراک کی معیت میں دیا گیا یہ بیان ان تمام امور کو مشکوک بناتا ہے: ''یہ کانفرنس وزرائے خارجہ کی سطح پر عرب اسرائیل تنازعے کے حل کے امکانات کا جائزہ لے گی، ہمیں مسئلے کی حتمی حل کے لیے مزید کئی کانفرنسیں کرنا ہوں گی''۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول اپنے ۲ جون ۲۰۰۲ء کے بیان میں ریکارڈ پر ہیں کہ ''یہ کانفرنس قیام امن کی جانب ایک حقیر سی کوشش ہے''۔

یاسر عرفات اتھارٹی نے ابتدائی طور پر ایسی کسی کانفرنس کے انعقاد کو ''معاہدہ اوسلو'' اور فلسطینی کامیابیوں پر وار سے تعبیر کرتے ہوئے اس میں شرکت سے انکار کیا۔ بعدازاں جب امریکہ، روس، اقوام متحدہ اور یورپی یونین پر مشتمل چار رکنی کمیٹی نے اس کانفرنس کا آئیڈیا پیش کیا تو یاسر عرفات اس میں شرکت پر آمادہ ہو گئے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں ہے کہ فلسطینی اتھارٹی کی قیادت کس قدر جلدی علاقائی اور عالمی دباؤ میں آکر اپنا موقف تبدیل کر دیتی ہے۔ اس مجوزہ عالمی امن کانفرنس کے بارے میں عرب موقف کا اظہار ۱۱ مئی ۲۰۰۲ء کو شرم الشیخ میں ہونے والے سربراہی اجلاس میں دیکھنے میں آیا۔ اس سربراہی اجلاس میں مصری صدر حسنی مبارک، سعودی ولی عہد شہزادہ عبداللہ اور شام کے صدر بشار الاسد شریک ہوئے۔ یہاں اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ عرب ''زمین کے بدلے امن فارمولے کے تحت امن چاہتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ کسی بھی پیش آیند کانفرنس میں سیکورٹی کونسل کی قراردادوں کو فیصلوں کی بنیاد بنایا جائے''۔ اس موقع پر مصر نے اس رائے کا اظہار بھی کیا کہ اگر اسرائیلی وزیراعظم کو ہی کسی امن کانفرنس کے شرکا کی شمولیت کا فیصلہ کرنا ہے، تو یہ کسی بھی بامقصد اجلاس کو مشکوک بنانے کے لیے کافی ہے۔

عالمی امن کانفرنس کے پس منظر اور اسرائیل کی نام نہاد ''سیکورٹی وال'' کے باوجود فلسطینی مزاحمتی گروپوں کی دلیرانہ فدائی کارروائیوں نے تل ابیب کو فلسطینی اتھارٹی کی امن قائم کرنے کی صلاحیت کے بارے میں شکوک شبہات میں مبتلا کر دیا ہے۔ صہیونی کارپرداز' یاسر عرفات کے کسی ایسے متبادل کے بارے میں بھی سنجیدگی سے غور وفکر کرنے لگے ہیں جو فلسطینی مزاحمتی گروپوں کو بھی لگام دے سکے اور اسرائیلی مطالبات پر یاسر عرفات سے زیادہ جی حضوری کا مظاہرہ کرے۔

عرفات انتظامیہ پر ''اصلاحات'' کا بھوت سوار کر کے اسرائیل' فلسطینی شہروں' عوام اور اسلامی وعیسائی مقدسات کے خلاف شرم ناک ظلم اور زیادتیاں روز اول کی طرح جاری رکھے ہوئے ہے' بلکہ اس میں نئی جہتوں کا اضافہ کر رہا ہے۔ ان مظالم کے ہاتھوں فلسطینی اپنی سرزمین چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ ایسے میں فلسطینی پارلیمنٹ کے انتخابات کا شوشا اس لیے اٹھایا جا رہا ہے کہ یاسر عرفات امریکی اور صہیونی دباو پر جن قومی امور سے دست کشی کا اعلان کر رہے ہیں' ان پر پردہ پوشی کی جا سکے' نیز ان کی شخصیت کو اسرائیلی محاصرے اور ''سیکورٹی وال'' کی آڑ میں ان کے زیر کنٹرول فلسطینی علاقے میں آئے روز کی اسرائیلی دراندازیوں سے جو نقصان پہنچا ہے' اس کا مداوا کیا جا سکے۔

امریکہ اور اسرائیل اصلاحات کے اس منصوبے کے ذریعے فلسطینی سیکورٹی نظام کو اس لیے مضبوط کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اسرائیلی قبضے کو دوام بخشنے کے لیے مددگار ہو سکے اور مزاحمتی عناصر کی بیخ کنی کر سکے۔ یہ سیکورٹی نظام اسرائیلی قبضے کے خلاف کسی بھی قسم کا کردار ادا کرنے والی شخصیات کو ملک بدر کرنے کے قابل ہو جائے۔ علاوہ ازیں اس منصوبے کے کارپرداز فلسطینی اتھارٹی کو سیاسی طور پر غلام بنانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اسرائیل کے سامنے زیادہ سے زیادہ تسلیم ورضا کی پالیسی پر عمل کرے اور اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات نہ کر سکے۔ یاسر عرفات کی متبادل قیادت کو سامنے لانا بھی اسی ''اصلاحی'' منصوبے کا حصہ ہے۔

اس پس منظر میں فلسطینی مزاحمت کے ہراول دستے اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) سے یاسر عرفات اتھارٹی کی جانب سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ تنظیم کے اصلاحات کے منصوبے اور پیش آیند انتخابی عمل میں شرکت کریں تاکہ فلسطینی پارلیمنٹ جیسے عوامی پلیٹ فارم کو بحال کیا جا سکے اور مسئلہ فلسطین کو اجاگر کیا جا سکے۔ حماس کو نئی حکومت میں شمولیت کی دعوت دیتے ہوئے اس امر کی یقین دہانی بھی کرائی گئی ہے کہ آیندہ انتخابات معاہدہ اوسلو کی چھت تلے نہیں ہوں گے اور نہ مزاحمت کی تحریک کو ہی کوئی گزند پہنچنے دیا جائے گا۔ مزاحمتی عناصر کی حکومت میں شرکت کا مقصد فلسطینی اتھارٹی کو قانونی حیثیت دلوانے کے سوا اور کچھ نہیں.... کیونکہ انتخابات کے بعد تشکیل پانے والی پارلیمنٹ سے جو امیدیں وابستہ کی جا رہی ہیں' وہ صرف نمایشی حد تک ہی قابل عمل ہیں'

زمینی حقائق اس کے برعکس ہوں گے۔ اس پارلیمنٹ کا حال تنظیم آزادی فلسطین کی ''مجلس تنفیذی'' سے زیادہ برا ہوگا کیونکہ اس میں فائق رائے یاسر عرفات کی ہی ہوگی۔

فلسطینی افق پر ہونے والی اصلاحی کوششوں کی جھلک کشمیر میں بھی انتخابات کے اعلان کی صورت دیکھی جاسکتی ہے، جس کی پیش بندی کے لیے سیاسی قیادت کے قتل جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ یاسر عرفات اپنے محاصرے کے خاتمے کی قیمت فلسطینی شہریوں کی جلاوطنی اور پاپولر فرنٹ برائے آزادی فلسطین کے سیکرٹری جنرل احمد سعدات کی امریکہ اور برطانیہ کے ہاتھ گرفتاری کی صورت میں دینا قابل فخر اقدام گردانتے ہیں، تو کشمیر میں فاروق عبداللہ پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت سید علی گیلانی کی گرفتاری پر نازاں و فرحاں دکھائی دیتے ہیں۔ اگر فلسطین میں مزاحمت کا حق چھین کر زبردستی کی جانے والی اصلاحی کوششیں عوام کو انتخابات میں شرکت پر مجبور نہیں کر سکتی ہیں تو گذشتہ پانچ دہائیوں سے حق خودارادیت کی جدوجہد کے لیے ۸۰ ہزار قربانیاں دینے والے کشمیری جعلی اور فراڈ انتخابات پر کیسے قناعت کر سکتے ہیں۔

ان حالات میں فلسطین اور کشمیر کے عوام کے پاس مزاحمت کا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے جس پر چل کر وہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ دونوں خطوں میں انتخابات اور اصلاحات کی بنیاد کوئی سیاسی ایجنڈا نہیں بلکہ سیکورٹی سے متعلق معاملات ہیں۔

نام نہاد ''سیکورٹی وال'' کو ڈھال بنا کر کی گئی اسرائیل کی مسلسل تخریبی کارروائیاں فلسطینی عوام کو یہ یقین دلانے کے لیے کافی ہیں کہ مزاحمت کی راہ پر چل کر ہی قبلہ اول کی یہودی قبضے سے آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔ زمینی حقائق کو نوشتہ دیوار سمجھ کر غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے کا پرچار کرنے والے اس دور میں حزب اللہ کی مزاحمتی تحریک کو بھی رول ماڈل کے طور پر سامنے رکھیں۔ عرب بادشاہتوں، سلطنتوں اور آمریتوں کے حمایتی امریکہ کو آج فلسطینی سرزمین پر اگر اصلاحات اور انتخابات کا خیال آیا ہے تو اس کی وجہ بھی مزاحمتی عناصر کی وہ دلیرانہ فدائی کارروائیاں ہیں جو امریکی صہیونی ''سیکورٹی وال'' میں آئے روز شگاف ڈال کر اسرائیل کے مستقبل کو دھندلا رہی ہیں اور امت کو ایک نئے روشن مستقبل کی نوید سنا رہی ہیں۔ اسی سے اسرائیل اور اس کا عالمی سطح پر سرپرست امریکہ خائف ہیں اور باولے کتے کی طرح ہر کسی کو کاٹنے کو دوڑ رہے ہیں، اور اپنے ہی بنائے ہوئے جمہوری اور انسانی حقوق کے معیارات کو پامال کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کر رہے ہیں!!

رسائل ومسائل

مسجد کی تزئین وآرائش میں آیات کا استعمال

سوال: ۱- قرآن پاک کی آیات واحادیث کو قبلے کی جانب کی دیوار کے علاوہ شمال وجنوب کی جانب کندہ کرانا کہاں تک درست ہے۔ بعض جگہ یہ نظر آتا ہے کہ مسجد میں چاروں طرف آیات ہی آیات لکھی ہیں۔

۲- مسجد میں قرآن پاک کی آیات پہلی منزل کی دیواروں پر اُبھار کر لکھی جائیں تو چھت پر چلنے سے ان آیات کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

۳- مسجد کے ہال یا برآمدے میں سردیوں/گرمیوں کے لیے علیحدہ کمرہ بنایا جائے جہاں ۲۰، ۳۰ آدمیوں کے نماز باجماعت ادا کرنے کی گنجایش ہو حالانکہ ہال میں ۲۵۰ نمازی باجماعت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ کیا اس طرح کا انتظام شرعاً جائز ہے؟ کیا ایسا کرنے سے پہلی صف کا ثواب محدود نہ ہوجائے گا، جب کہ مسجد ایک ذاتی کمرے تک محدود ہوجائے گی۔

جواب: نماز کا اصل مقصد خشوع وخضوع اور پورے انہماک کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (بخاری ومسلم، حدیث جبرئیل) ''اللہ کی عبادت کرو اس طرح گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے (اس کے مشاہدے کا تصور نہیں کرسکتے) تو یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے''۔

پہلی صورت کا نام مشاہدہ اور دوسری کا نام مراقبہ ہے، یعنی اللہ کا بندے کو دیکھنا اور اس کی نگرانی کرنا۔ جو خشوع وخضوع مطلوب ہے وہ اس درجے کا ہونا چاہیے جو مذکورہ دونوں کیفیات: مشاہدہ ومراقبہ کی حالت میں ہوسکتا ہو۔ آنکھوں سے غائب ذات کا دل کی نگاہوں سے دیدار کرنا یا یہ محسوس کرنا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، دنیا میں ایمانی کیفیات میں سب سے اونچی کیفیت ہے۔ مطلوب جتنا اعلیٰ وارفع ہوتا ہے اس کا حصول اتنا ہی مشکل بھی ہوتا ہے اور اس لیے اس کے لیے کوشش بھی زیادہ کی جاتی ہے اور رکاوٹیں بھی دُور کی جاتی ہیں۔ یہ مطلوب

کسی بھی درجے میں اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے' جب نمازی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (الانعام ۶:۷۹)''یقیناً میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں'' کے تقاضے کے مطابق صرف اللہ کی طرف توجہ کرے۔ اس کی حمد وثنا اور اس کا کلام پڑھتے ہوئے' اذکار وتسبیحات کا ورد کرتے ہوئے اس کے بحرِ معرفت میں مستغرق ہو' دوسری طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کرے۔ اسی لیے نماز کے آداب میں یہ شامل ہے کہ نمازی کے آگے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کی نظر کو اصل مطلوب سے دوسری طرف پھیر دے۔

حضرت ابوجہمؓ نامی ایک صحابی نے آپؐ کو ایک بیل بوٹوں والا جبہ ہدیہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض میں انھیں ایک سادہ جبہ ہدیہ کیا۔ آپؐ نے اس رنگ برنگے جبے میں نماز پڑھی' نماز پڑھتے ہی اسے اُتار دیا اور فرمایا: یہ جبہ ابوجہم کو دے دو اور اس سے میرا سادہ جبہ واپس لے آؤ' یہ تو مجھے نماز سے غافل کرنے لگا تھا''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقش ونگار اور چمک دمک والے جبے کو' جس نے آپؐ کی توجہ کو ایک لحظے کے لیے اپنی طرف متوجہ کیا اتار پھینکا۔ اگرچہ جبے کی طرف توجہ اس قدر زیادہ نہ ہوئی تھی کہ توجہ الی اللہ باقی نہ رہی ہو۔ نماز کی طرف آپؐ کی توجہ پوری طرح قائم تھی۔ اس سے یہ مسئلہ نکل آیا کہ نمازی کے سامنے کوئی بھی ایسی چیز نہ ہونی چاہیے' جو اسے نماز سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کر دے۔

اس بنا پر مسجد کے سامنے والی دیوار پر نقش ونگار' قرآنی آیات اور خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ کے عکس نہیں ہونے چاہییں۔ البتہ محراب سے اوپر اتنی بلندی پر کہ نمازی کی نظریں وہاں تک اس وقت پہنچیں' جب وہ سر اُوپر اٹھا کر دیکھے تو اتنی بلندی پر قرآنی آیات لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہؓ سے روایت ہے: اِنَّ النَّبِیَّ دَعَاهُ بَعْدَ دُخُوْلِهِ الْکَعْبَةَ فَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ رَأَیْتُ قَرْنَیِ الْکَبْشِ حِیْنَ دَخَلْتُ الْبَیْتَ فَنَسِیْتُ اَنْ اٰمُرَکَ اَنْ تُخَمِّرَهَا فَخَمِّرْهَا فَاِنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ قِبْلَةِ الْبَیْتِ شَیْئٌ ۔ یُلْهِی الْمُصَلِّیْ' حضور اقدسؐ کعبہ شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت عثمان بن طلحہؓ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ دیکھے تھے۔ دنبہ جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ہوا' اس کے سینگ کعبہ معظّمہ کی مغربی دیوار میں لگے ہوئے تھے۔ مجھے تم سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو' سو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہیں ہونی چاہیے جس سے توجہ ہٹے۔ ہاں' اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے۔ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

۲- دیوار کے اوپر اُبھری ہوئی آیات قرآنی لکھنا جائز ہے' جب کہ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق لکھی گئی ہوں۔ آپ کا یہ خیال کہ چھت پر لوگ چلیں گے تو اس کی وجہ سے آیات کی بے حرمتی ہوگی صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ عرف میں جب آیات اور چلنے والے کے درمیان پردہ ہو تو بے حرمتی شمار نہیں ہوتی' اور شریعت کا یہ مستقل اصول ہے: لیس علیکم فی الدین من حرج ''تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ہے''۔

۳- مسجد کے ہال کے ساتھ اگر چھوٹی مسجد تعمیر ہو تو اس میں سردی اور گرمی کے موسم میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اگر وہ کوئی مکان ہے مسجد نہیں تو پھر اس کا حکم مسجد کا نہ ہوگا۔ چھوٹی مسجد اور بڑی مسجد دونوں میں جب جماعت ہو تو صف اول کا ثواب ان لوگوں کو مل جائے گا جو بڑی مسجد کی صف اول یا چھوٹی مسجد کی صف اول میں نماز پڑھیں۔ (مولانا عبدالمالک)

انٹرنیٹ اور انٹرنیٹ کیفے کا کاروبار

س: انٹرنیٹ کے استعمال اور انٹرنیٹ کیفے کے کاروبار کے بارے میں اسلام کا کیا نقطۂ نظر ہے؟ کیا یہ جائز اور حلال ہے؟

ج: انٹرنیٹ کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ اسلام جو عالم گیر دین ہے' سارے عالم تک اس کا پہنچانا' اسے لوگوں کے دلوں میں اُتارنا اُمت مسلمہ کا فریضہ ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے یہ کام آسان ہوگیا ہے۔ انٹرنیٹ کی سب سے زیادہ ضرورت تو اسلام اور اُمت مسلمہ کو ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں' مٹی کے ہر گھر اور چمڑے کے ہر خیمے میں اسلام کے پہنچنے کی جو پیشین گوئیاں نبیؐ نے فرمائی ہیں' ان کے پورے ہونے کا ذریعہ انٹرنیٹ سے بہتر اور کون سا ہوسکتا ہے۔ انٹرنیٹ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور انسانیت کی رہنمائی' ہدایت اور اصلاح کے لیے اس کے ذریعے بہت زیادہ آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ وہ کام جو لاکھوں اور کروڑوں خرچ کرنے اور لاکھوں میل سفر کرنے کے بعد ہوسکتا ہے آج گھر بیٹھے تھوڑی سی رقم خرچ کر کے کیا جاسکتا ہے۔ اپنے گھر اور دفتر میں بیٹھے بیٹھے پوری دنیا اور اس کے ہر گھر میں آپ دین کا پیغام اور قرآن وسنت کی بات سنا سکتے ہیں۔ اس کے بعد اگر دینی تنظیمیں' علماے کرام' خطباے کرام اور اسلامی اسکالر اسلام کے پیغام' اس کی حقانیت اور صداقت کو انسانوں تک نہیں پہنچائیں گے' لوگوں کے دلوں اور دماغوں کو عقلی اور نقلی دلائل سے مسخر نہیں کریں گے' باطل نظاموں اور تہذیبوں کو کھوکھلا ثابت نہیں کریں گے تو پھر وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے۔ آج سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ عالمی سطح پر اسلام اور کفر' دین اور لادینیت' اسلامی اور مغربی تہذیب' اسلام اور مشرکانہ مذاہب' یہودیت' عیسائیت' بودھ مت اور ہندومت وغیرہ کے مابین جو فکری کش مکش ہے' اس

میں اسلام کی صداقت اور بالادستی ثابت کی جائے۔ ادیان باطلہ پر علمی میدان میں غلبہ حاصل کیا جائے۔

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○ (التوبہ ۹:۳۳' الصف ۶۱:۹)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

اسلامی تحریکات اور علماے کرام کو عالمی سطح پر منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ مختلف موضوعات کو مختلف اداروں اور تنظیموں کے سپرد کیا جائے۔ جس طرح فوج اپنی تنظیم کرتی ہے' مختلف یونٹوں کو مختلف مورچوں پر کھڑا کردیتی ہے' اسی طرح انٹرنیٹ کے ذریعے منظم انداز میں کام کیا جائے' اہداف مقرر کیے جائیں اور انھیں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کا جائزہ بھی لیا جاتا رہے اور جس مورچے اور میدان میں کمی ہو' اسے دُور کیا جائے۔ علما اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو اس میدان میں کھپائیں۔ اگر علمی میدان میں فتح اور بالادستی حاصل کریں گے تو اس کے بعد سیاسی میدان میں بھی فتح حاصل ہوجائے گی۔

انٹرنیٹ کیفے کا کاروبار اسی صورت میں صحیح ہے جب اس بات سے مشروط ہو کہ فحش اور عریاں فلمیں نہیں دکھلائیں گے' اور نہ کسی دوسری بداخلاقی کا ذریعہ بنیں گے۔ (ع - م)

تنگ دستی میں ایصال ثواب

س: میری والدہ گذشتہ دنوں انتقال فرما گئی ہیں۔ میں ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے صدقہ و خیرات اور بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں لیکن غریب اور تنگ دست ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمایئے کہ ایک غریب اور تنگ دست آدمی اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لیے کیا کرسکتا ہے؟

ج: ایصال ثواب کے لیے مال دار ہونا ضروری نہیں۔ مال دار ہوں تو فی سبیل اللہ مال خرچ کرنا ایصال ثواب کی ایک شکل ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی نیک کام کیا جائے اس کے ذریعے ایصال ثواب ہوسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل معروف صدقة "ہر نیکی صدقہ ہے"۔ اسی طرح اولاد جو بھی نیک کام کرتی ہے اس کا ثواب اس کے ماں باپ کو پہنچ جاتا ہے۔ مسلمان جو بھی نیکی کرتے ہیں ان کا ثواب سلسلہ بہ سلسلہ ان کے آبا و اجداد سے ہوتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ آپ اپنی والدہ کو قرآن پاک پڑھ کر' نفل روزے اور نفلی عبادات کر کے اور ایک نیک آدمی کی زندگی گزار کر ثواب پہنچا سکتے ہیں۔ خصوصاً ان نیکیوں کو کر کے' جن کی تعلیم آپ کو ان سے ملی۔ (ع - م)

کتاب نما

Life and Times of Muhammad Rasul Allah ‘[محمد رسول اللہؐ کی حیات اور عہد] ‘طارق جان۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اور اسلامک فاؤنڈیشن‘ لسٹر‘ برطانیہ۔ تقسیم کنندہ: بک ٹریڈرز‘ بلاک نمبر ۱۹‘ مرکز ایف سیون‘ اسلام آباد۔ اشاعت اول: ۱۹۹۸ء‘ دوم: ۱۹۹۹ء‘ صفحات: ۲۸۷۔ قیمت: ۱۵۰۰ روپے۔

اس کتاب پر پہلی نگاہ ڈالتے ہی بے اختیار قرآن مجید کی آیت ورفعنا لك ذكرك یاد آ جاتی ہے۔ آپؐ کے ’’رفع ذکر‘‘ کی بہت سی صورتیں ہیں‘ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں نے آپؐ کی شخصیت‘ سیرت و کردار اور آپؐ کے لائے ہوئے پیغام پر دنیا کی بیسیوں زبانوں اور ادب کی ہر صنف میں کلام کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اور اربوں صفحات آپؐ کے بارے میں تحریر ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ رکنے والا نہیں بلکہ تا قیامت جاری رہے گا۔ آپؐ کی سیرت پر تحریروں کے اسی کام کی ایک اہم کڑی طارق جان کی زیر نظر کتاب ہے۔

دوسرے انبیا کے برعکس آپؐ کا پیغام کسی ایک زمانے یا مخصوص قوم تک محدود نہیں‘ بلکہ آپؐ کا مخاطب تا قیامت پورا عالم انسانیت ہے‘ اس لیے آپؐ کی شخصیت کا مطالعہ محض آپؐ کی ذات تک محدود نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس مطالعے کی روشنی میں ہر دور میں اور ہر جگہ کے لیے آپؐ کے پیغام اور تعلیمات کے انطباق کا اہتمام کیا جائے۔ یہ کتاب دراصل اسی جذبے اور اسی تناظر میں تحریر کی گئی ہے۔

انتہائی خوب صورت انگریزی میں تحریر کردہ‘ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ یہ نہ صرف نبیؐ کی شخصیت پر روشنی ڈالتی ہے بلکہ اس پورے منظر کا بھی احاطہ کرتی ہے جس میں آپؐ تشریف لائے اور آپؐ کی زندگی کے مختلف خدوخال اور واقعات کو اس منظر میں دیکھتے ہوئے آپؐ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد نے دیباچے میں لکھا ہے: یہ کتاب نہ صرف نبیؐ کی زندگی کا مطالعہ ہے بلکہ یہ تبدیل ہوتی ہوئی دنیا کا بیان ہے اور آپؐ کی سیرت نے تبدیلی کے اس عمل میں جو کردار ادا کیا ہے‘ اسے واضح کرتی

ہے۔ مصنف کے مطابق انھوں نے کوشش کی ہے کہ نبی پاکؐ کی آمد کا حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بعد کے واقعات کے تسلسل میں مطالعہ کیا جائے۔ اس طرح دین اسلام انھی تعلیمات کا تسلسل قرار پاتا ہے جو حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی حقیقی تعلیمات تھیں۔ معروف امریکی اسکالر گراہم فلر نے کتاب کی اسی خصوصیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رائے دی ہے کہ اس کتاب نے مجھ پر اسلام اور عیسائیت و یہودیت سے اس کے تعلق کے بعض نئے پہلو منکشف کیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مغرب کے عیسائیوں اور یہودیوں پر اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوں گے۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے مذاہب کی تاریخ کو کھلے دل و دماغ کے ساتھ، دیکھنے میں دل چسپی رکھتے ہیں۔ مصنف نے یہ کوشش کی ہے کہ نبیؐ کی ذات اور ان کے پیغام کو دور حاضر کے ابتر حالات اور خرابیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک انقلابی حل کے طور پر پیش کیا جائے۔ انقلابی حل پر مبنی یہ پیغام نہ صرف جرأت مندانہ ہے بلکہ لوگوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت اور استدلال کی قوت سے مالا مال ہے۔

لائف اینڈ ٹائمز آف محمد رسول اللہ میں نبیؐ کو ایک ایسے پیغمبر کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جو نبوت کے تمام تر شخصی اوصاف کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ استدلال اور منطق سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ پیغامبر اور پیغام کو باہم مربوط بنایا گیا ہے۔ انداز یوں ہے کہ پیغامبر کے بارے میں واقعات کی تہیں جوں جوں کھلتی ہیں، پیغام خود بخود نمایاں ہوتا جاتا ہے۔ اسی لیے واقعات کا علیحدہ علیحدہ بیان نہیں بلکہ لوازمہ ایک ایسی دل چسپ داستان کی سی شکل میں ہے جو اپنے اصل موضوع کو کہیں بھی نظرانداز نہیں ہونے دیتی۔ اس پس منظر میں کتاب کے متن میں نبیؐ کے کردار کے ساتھ احادیث اور حسب ضرورت قرآن مجید کی مدد سے اس منظرنامے، ماحول اور ان نفسیاتی کیفیات کی تصویرکشی بھی کی گئی ہے جس میں افعال و اعمال وقوع پذیر ہو رہے تھے، اور جہاں ضروری ہے وہاں اسے آج کے حالات اور مباحث کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جدید علمی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے کتاب کا تفصیلی اشاریہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

اپنی نوعیت کی یہ منفرد کتاب کل ۱۴، ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے چار ابواب میں نبیؐ کی آمد سے قبل کے مذہبی منظرنامے کو واضح کیا گیا ہے۔ ان ابواب کے ذریعے یہ سمجھنا ممکن ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بعد کے انبیا کی تعلیمات کیا تھیں؟ ان میں کس طرح بگاڑ پیدا ہوا اور اس بگاڑ کے پس منظر میں وہ کیا حالات تھے جن میں آخری نبیؐ کی آمد ناگزیر ہوگئی تھی؟ ان ابواب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کے صدرنشین ڈاکٹر ایس ایم زمان فرماتے ہیں کہ نبیؐ کی سیرت پر کم ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جو قبل از اسلام کے مذہبی تناظر کا اس قدر عمدہ اور قابل اعتماد بیان کرتی ہو جیسا کہ طارق جان نے کیا ہے۔

مصنف کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کا بیان جذبات سے لبریز ہونے کے باوجود کہیں بھی

استدلال کو نظر انداز نہیں ہونے دیتا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنے منطقی استدلال، علمی انداز بیان اور سحر انگیز طرز کی بنا پر یہ کتاب سیرت پر انگریزی زبان میں مقبول ترین کتاب ہونی چاہیے۔

انتہائی عمدہ کاغذ اور خوب صورت طباعت کے ساتھ یہ کتاب ۲۸۷ صفحات پر مشتمل ہے اور کم و بیش ہر ورق پر متن کی مناسبت سے ایک تصویر یا کوئی نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر زمان نے کہا ہے کہ کتاب میں تصاویر اور نقشوں کے بروقت اور برمحل استعمال نے کتاب کو خوب صورت ہی نہیں بنایا بلکہ قاری کے لیے آسان تر بنا دیا ہے۔ کتاب کے پس ورق پر متعدد اہل علم کے تبصرے بھی شامل ہیں۔ درحقیقت اس کتاب میں ایک ہی تشنگی محسوس ہوتی ہے اور وہ یہ کہ یہ ہجرت تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ توقع کی جانی چاہیے کہ طارق جان، ہجرت کے بعد کے واقعات پر مشتمل کتاب کی دوسری جلد بھی مکمل کرلیں گے۔ (خالد رحمان)

اسلامی طرز فکر، ادارت: عادل صلاحی، ترتیب و ترجمہ: جلد اول، عبدالسلام سلامی، جلد دوم، کلیم چغتائی۔ ناشر: اپکار پی کے (الائیڈ پروموٹرز، کراچی، پاکستان)، ۴۰۴ قمر ہاؤس، ایم اے جناح روڈ، کراچی-۷۴۰۰۰۔ صفحات: اول: ۴۷۸، دوم: ۴۸۴، مجلد۔ قیمت: خواہش وطلب۔

سعودی عرب کے انگریزی روزنامے عرب نیوز میں عادل صلاحی علما کے ایک پینل کے مشورے سے قارئین کے سوالات کے جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں: ''ہم شدت پسندی اور متنازعہ پہلوؤں سے دُور رہتے ہیں اور خود کو کسی ایک ہی فقہی امام کے نقطۂ نظر اور رائے تک محدود نہیں رکھتے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ مسئلے کا ایسا حل تلاش کیا جائے جو عصر حاضر میں قابل قبول اور قابل عمل ہو''۔ شاید ہی مردوں اور خواتین کا کوئی ایسا مسئلہ ہو، خصوصاً جدید تہذیب اور معاشرت کے حوالے سے جو عقائد، عبادات اور معاملات کے عنوانات کے تحت پہلی جلد کے ۲۶۲ اور دوسری جلد کے ۳۸۴ سوالات میں زیر بحث نہ آ گیا ہو۔ اُردو جوابات ماہنامہ رابطہ (بنکاک/کراچی) میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اپکار پی کے، محمد عارف صاحب اور ان کے ساتھیوں کا ادارہ ہے جو محض خواہش وطلب کی قیمت پر یہ کتابیں بہ طور ہدیہ پیش کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود بھی یہ انتہائی ضروری، مفید اور رہنما کتاب ہر پڑھے لکھے مسلمان اور ہر تعلیمی ادارے کی لائبریری میں نہ ہو تو ذمہ داری کس پر ڈالی جائے! (مسلم سجاد)

شہر جمال' ڈاکٹر رحیم بخش شاہین' مرتبہ: محمد وسیم انجم۔ ناشر: انجم پبلشرز' کمال آباد ۳' راولپنڈی۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

شاہین صاحب (م: ۸ جولائی ۱۹۹۸ء) اسلامی اور تحریکی مزاج رکھنے والے ادیب' شاعر اور معروف اقبال شناس تھے۔ عمر بھر درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ آخری زمانے میں علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد کے شعبۂ اقبالیات کے صدر نشین تھے۔ اقبالیات پر ان کی متعدد کتابیں چھپ چکی ہیں۔ وہ شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ ان کی شخصیت کا یہ پہلو بالعموم ان کے قریبی احباب سے بھی پوشیدہ رہا۔

مرحوم کے ایک شاگرد محمد وسیم انجم نے ان کے شعری ذخیرے کو بڑی محنت اور محبت سے ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔ مجموعے میں حمد و نعت' منقبت' موضوعاتی نظمیں (قرآن' اقبال' قائداعظم' لیاقت علی خان' سید مودودی' سقوط ڈھاکہ' کشمیری مجاہد' ۱۴ اگست' تمنا' انتظار وغیرہ) اور بڑی تعداد میں غزلیں شامل ہیں۔ شاہین اچھے معیار کی غزل اور نظم کہنے پر قادر تھے۔ فارسی زبان و ادب کے مطالعے کی وجہ سے اُن کی شاعری میں کلاسیکی رنگ اور تغزل کی روایت نمایاں ہے۔ انھوں نے چند آزاد نظمیں اور کچھ ملّی اور قومی ترانے بھی لکھے ہیں۔ کتاب کے شروع میں ان کی شخصیت اور شاعری پر چند تنقیدی مضامین شامل ہیں اور فارسی اور اُردو میں قطعات تاریخ بھی۔

یہ مجموعۂ شعر ملّی اور اسلامی درد رکھنے والے ایک مرحوم شاعر کے جذبات و احساسات کا ایک عمدہ نقش ہے۔ مرتب محمد وسیم انجم' جو ناشر بھی ہیں' اس سعادت مندانہ کاوش پر داد کے مستحق ہیں۔ (رفیع الدین ہاشمی)

اسلامی روایات کا تحفظ' ڈاکٹر سید محمد جمیل واسطی۔ ناشر: قرطاس' ۶۸-سی' اسٹاف ٹاؤن' کراچی یونی ورسٹی' کراچی-۷۵۲۷۰۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: مجلد ۱۰۰ روپے' غیر مجلد ۷۰ روپے۔

ڈاکٹر جمیل واسطی کا تعلق لاہور کے ایک علمی و ادبی گھرانے سے تھا۔ ان کے والد عبدالغنی اور دادا سید عبدالقادر دونوں ہی انگریزی ادب کے استاد تھے۔ خود سید جمیل واسطی بھی انگریزی پڑھاتے رہے۔ انگریزی اُردو میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ان کے آٹھ فکر انگیز مقالات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء کے درمیان لکھے۔ یہ ان مقالات کا تیسرا ایڈیشن ہے۔ مقالات کے عنوانات: علم و عمل' مسلمانوں پر مغربی تہذیب کا اثر' پردہ' تعدد ازدواج' خنزیر خوری' صنم پرستی' نسلی تعصب' تہذیب اسلامیہ کے کچھ اور پہلو۔ تین ضمیمے: (مغرب میں عورت' ادب و فن کا ایک پہلو' عربی سائنس اور یورپ) کتاب کے آخر میں

شامل ہیں۔ ڈاکٹر واسطی نے ان تمام موضوعات پر ایک صحیح العقیدہ اور صحیح الفکر مسلمان عالم کی حیثیت سے روشنی ڈالی ہے اور کسی جگہ بھی معذرت خواہانہ اسلوب اختیار نہیں کیا۔ دلائل قوی اور مضبوط دیے ہیں جو ایک متشکک انسان کی ذہنی اُلجھنیں دُور کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان تمام مقالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب وسیع و عمیق اسلامیت کے حامل تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ کتاب تحریک اسلامی سے تعلق رکھنے والے ہر اس ذمہ دار کو پڑھنی چاہیے جس کا واسطہ سوال و جواب کی فکری مجلسوں سے پڑتا رہتا ہے۔ (ملک نواز احمد اعوان)

Ideology of Pakistan [پاکستان کا نظریہ]' پروفیسر شریف المجاہد۔ ناشر: اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی' اسلام آباد۔ صفحات: ۲۳۶۔ قیمت: ۲۵۰ روپے' مجلد: ۳۰۰ روپے۔

زیرتبصرہ کتاب نظریۂ پاکستان کی ترجمانی کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ پاکستان یا اس کا مطالبہ اصلاً کسی نسلی یا لسانی قومیت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ خاص طور پر مذہبی قومیت کا نتیجہ تھا (ص ۷۶)۔ فاضل مصنف نے اپنی اس رائے کی وضاحت اس طرح کی ہے: مطالبۂ پاکستان میں مضمر محرک نظریاتی تھا' یعنی اس کا مقصد تھا: مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام پر قائم رہنے کے لائق بنانا۔ جناح کی نظر میں' پاکستان کا مفہوم صرف آزادی نہیں تھا بلکہ اس مسلم نظریے کا تحفظ بھی تھا جو ہم تک ایک قیمتی تحفے اور خزانے کی حیثیت سے پہنچا ہے۔ (ص ۷۷-۷۸)

پروفیسر شریف المجاہد نے نظریۂ پاکستان کو برعظیم میں اسلام کے نفاذ کا ہم معنی قرار دیا ہے۔ اپنے اس دعوے کے حق میں انھوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ اسلام کا نفاذ' پاکستان کے مطالبے کا سب سے بڑا مقصد نہ ہوتا تو ہندستان کے باقی ماندہ چھ مسلم اقلیتی صوبوں کے مسلمان' اس قدر جوش و جذبے کے ساتھ مطالبۂ پاکستان کا کبھی ساتھ نہ دیتے (ص ۸۰)۔ کسی نظریے کو اپنی تجسیم کے لیے کسی ملک کی جو ضرورت ہوتی ہے' اسے فاضل مصنف نے ایک بہت عمدہ مثال کے ذریعے اُجاگر کیا ہے کہ جس طرح روح کے لیے جسم کا وجود ضروری ہے اسی طرح سے نظریے کے لیے ملک کا وجود ضروری ہے۔ لہٰذا پاکستان اور اسلام کا باہمی تعلق جسم اور روح کا ہے۔

فاضل مصنف نے نظریۂ پاکستان کے بارے میں اپنی اس رائے کی تائید میں اور بھی کئی طرح کی دلیلیں پیش کی ہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ صرف پاکستان نہیں بلکہ دوسرے متعدد ممالک میں بھی ریاست کی بنیاد مذہب ہے۔ صرف عقیدہ ہی نہیں بلکہ اس ملک کا آئین' اس ملک کا پرچم اور اس ملک کی تقریبات اور تعطیلات وغیرہ بھی اس ملک کے اکثریتی باشندوں کے مذہب پر مبنی ہیں' جیسے انگلستان' سوئٹزرلینڈ' ڈنمارک' ناروے' سویڈن'

فن لینڈ، آئس لینڈ اور یونان (ص ۵)۔ انگلستان کے بارے میں یہ دل چسپ انکشاف کیا گیا ہے کہ اس کے جھنڈے پر صلیب کے تہرے نشانات ہیں جو عیسائی مذہب کے تین ولیوں (saints) کے قائم کردہ فرقوں کی نمایندگی کرتے ہیں۔

نظریۂ پاکستان کی تعریف و تشریح کی تائید میں پروفیسر شریف المجاہد نے متعدد عظیم المرتبت مسلمانوں اور غیر مسلم دانش وروں کی آرا سے کتاب کو مزین کیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر ولفریڈ اسمتھ، ڈاکٹر رینان (Renan)، ڈاکٹر امبید کر، ڈی گریسیا، محمد اسد لیوپولڈ، اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی قابل ذکر ہیں۔

نظریۂ پاکستان یا دوقومی نظریے کے حق میں ایک اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ مشرقی پاکستان کے مسلمانوں نے پاکستان سے علیحدگی کے بعد بالکل متصل علاقے مغربی بنگال کے ساتھ لسانی اور جغرافیائی وحدت کے باوجود، ضم ہونا گوارا نہیں کیا بلکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنا جداگانہ سیاسی وجود قائم کیا۔ فاضل مصنف نے دوقومی نظریے یا نظریۂ پاکستان کے حق میں جتنی دلیلیں پیش کی ہیں، ان میں یہ دلیل سب سے قوی نظر آتی ہے۔

مصنف نے ایک آسٹریلوی محقق ڈینس واکر (Dennis Walker) کا ایک بیان بھی نقل کیا ہے۔ وہ ۱۹۶۹ء میں ڈھاکہ گیا تھا تو وہاں کے عوام ہندستان کے ہم نوا اور لادینیت پسند تھے مگر ۱۹۷۳ء میں جب وہ دوبارہ وہاں گیا تو اس نے دیکھا کہ بنگالی مسلمان تیزی کے ساتھ مسلم قومیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں (ص ۱۰۲)۔ مصنف نے اس ضمن میں خود اپنے مشاہدات بھی پیش کیے ہیں کہ وہاں کے مسلمان اب بنگلہ قومیت سے دُور اور اسلامی قومیت سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ٹھوس دلائل و براہین پر مبنی ایک صحیح الفکر تصنیف ہے۔ اس کا مطالعہ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے مفید ہوگا جو اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ پاکستان ایک کثیر القومی ملک ہے یا اس کے قیام کا مقصد اسلام کا نفاذ نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ مقدمہ معروف دانش ور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے تحریر کیا ہے۔ (ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی)

سوانح مفکر اسلام، بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی۔ ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی ۷۴۶۰۰۔ صفحات: ۵۶۰۔ قیمت: ۱۵۶ روپے (مجلد)۔

ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) جیسی شخصیت کی سوانح لکھنا، جس نے ایک بھرپور سرگرم زندگی گزاری ہو، کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن بلال حسنی نے اس مشکل کام کو نہایت خوبی سے انجام دیا ہے۔ اس میں انھوں نے ان کی خود نوشت کاروان زندگی سے مدد ضرور لی ہے لیکن کتاب کی اپنی اسکیم ہے جس میں

ان کی زندگی کے تمام گوشوں کا متعین ابواب کے تحت احاطہ کیا گیا ہے۔ ابتدائی اور آخری باب سے ان کی شخصیت کی عظمت اور کارنامۂ حیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کے انتقال کے بعد ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور خصوصی نمبر بھی نکالے گئے ہیں، تاہم یہ سوانح اپنی جامعیت کی بنا پر ان سب میں ایک ممتاز اور منفرد مقام رکھتی ہے۔

اصل لطف تو مکمل مطالعے میں ہے، تاہم چند متفرق باتیں: ایک دفعہ علی میاں کے استاد علامہ خلیل عرب نے کسی دوسرے استاد کے ساتھ ان کی بے ادبی کی شکایت پر، انھیں اتنا زدوکوب کیا جو علی میاں کے بقول: ''جو اس جرم اور واقعے کی نوعیت سے بہت بڑھ گیا'' لیکن جب ان کی والدہ نے پوچھا تو علی میاں نے عرب صاحب کی پوری وکالت کی (ص ۱۰۷)۔ ایک زمانے میں انھیں انگریزی کا شوق ہوا اور انٹر کے معیار کی کتب لاکر اس میں لگ گئے۔ والدہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے تنبیہ کی۔ والدہ کا نہایت جذباتی خط بھی کتاب میں شامل ہے۔ ان کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ کی دعاے نیم شبی اور آہ سحرگاہی کا اثر تھا کہ میرا دل اچانک انگریزی کی مزید تعلیم سے اُچاٹ ہوگیا (ص ۱۱۷)۔ ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء میں حج پر گئے تو وقوف عرفات میں توبہ اور اِنابت الی اللہ میں کمی کا احساس تھا۔ اس کی تلافی اس طرح ہوئی کہ ''اچانک آندھی آئی، افق سے ابر اٹھا اور اس زور کی ژالہ باری ہوئی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، رونے والوں کی چیخیں نکل گئیں اور انابت کی عام فضا پیدا ہوگئی'' (ص ۲۳۵)۔ سلطان برونائی ایوارڈ کی رقم ۲۰ لاکھ روپے ملتے ہی تقسیم فرمانی شروع کر دی...... اور وفات سے پہلے اس کا ایک ایک حبہ تقسیم فرما دیا (ص ۴۷۸)۔

اچھے دبیز کاغذ پر ۵۶۰ صفحے کی مجلد کتاب صرف ۱۵۰ روپے میں، دیگر ناشرین خصوصاً ناشرین اسلام کے لیے ایک پیغام ہے کہ سب اسی معیار پر آجائیں تو اشاعت کی رفتار کئی گنا بڑھ جائے (م - س)

اسلامی تربیت گاہیں، مرتبین: خلیل الرحمٰن چشتی، محمد خاں منہاس (بسرورق کے مطابق)۔ ناشر: الفوز اکیڈمی، ۳۱۷، گلی نمبر ۱۶، ایف ۱۰/۲، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۳۲۔ قیمت: ۸۰ روپے۔

الفوز اکیڈمی کے سلسلہ کتب میں، اسلامی تربیت گاہیں جدید طرز کی عملی رہنمائی کی اے فور سائز کی کتاب ہے۔ تربیت گاہوں کا انعقاد آغاز سے ہی تحریک اسلامی کی اہم سرگرمی رہا ہے اور کتاب میں بیان کردہ جملہ امور و نکات، بالعموم تربیت گاہوں میں پیش نظر رہتے ہیں لیکن اس کتاب نے ان کاموں کو منصوبہ بندی، انعقاد، جائزہ، اصلاحی اقدامات، تعقیب، تربیت کے مختلف طریقے کے عنوانات کے تحت آج کل کی گائڈ بک کی طرح پیشہ ورانہ انداز سے دو اور دو چار کی طرح بیان کر دیا ہے۔ جو امور ذمہ دار تجربے سے سیکھتے

ہیں، پہلے ہی بتا دیے ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کی روشنی میں آغاز ہی سے بہترین معیار حاصل کرسکتا ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ یہ کتاب جن کی ضرورت ہے، وہ اپنے کو اس سے بے نیاز نہ سمجھیں، اور اس سے استفادہ کریں۔ ایک ابتدائی باب میں ۱۲ عنوانات کے تحت تربیت کے بنیادی موضوعات کا اختصار سے بیان ہے۔ یہ کمی محسوس ہوتی ہے کہ یہ ساری تربیت، دنیا میں جو کام کرنے کے لیے حاصل کرنا ہے، یعنی اقامت دین، اس سے اسے مربوط نہیں کیا گیا ہے۔ شاید اسی لیے یہ ایک درسی کتاب کی طرح ٹھنڈی کتاب محسوس ہوتی ہے، جب کہ تربیت کے لیے گرمی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ (م - س)

تعارف کتب

☆ **ادب کا اسلامی تناظر**، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی۔ ناشر: اپلائیڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۳/۱۷۳۹ (بیسمنٹ) نیو کوہ نور ہوٹل، پٹوڈی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲۔ [ادبی تنقیدی مجموعۂ مضامین۔ زیادہ تر تحریک ادب اسلامی سے متعلق۔ فلیپ: ابن فرید، عبدالمغنی۔ مقدمہ نگار ڈاکٹر سید عبدالباری کی رائے: ''اس مجموعے سے اسلامی تنقید کے سرمایے میں گراں قدر اضافہ ہوگا''۔ مصنف کرناٹک کے انجمن کالج بھٹکل کے صدر شعبہ اُردو ہیں۔ قبل ازیں متعدد تصانیف شائع کر چکے ہیں۔]

☆ **آرزو**، زاہد منیر عامر۔ ناشر: ٹرائیگان، راجا سنٹر، پہلی منزل، ایف ۲۲، مین بلیوارڈ، مین مارکیٹ، گلبرگ II، لاہور۔ صفحات: ۹۶ (جیبی تقطیع)۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ [''آرزو'' پر دانش ورانہ انداز، دردمندانہ لہجے اور ادبی و انشائی اسلوب میں ایک گفتگو۔ زندگی کے بارے میں ایک مثبت رویہ رکھنا، آرزوؤں کا باقی رہنا، مقاصدِ زندگی کا تعین اور ان پر ارتکاز ضروری ہے۔ مصنف نوجوان استاد ہیں۔ اسلوب ان کا اپنا ہے مگر انداز ابوالکلامی ہے۔ نوجوانوں کے لیے ایک مفید کتاب اور تحفہ۔]

☆ **مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ**، محمد شریف چغتائی۔ ناشر: خود مصنف، غفور منزل، ۹ جان محمد روڈ، انارکلی، لاہور۔ صفحات: ۵۹۔ قیمت: درج نہیں۔ [۱۵ ویں صدی ہجری میں خلافتِ راشدہ کے قیام اور اصلاحِ احوال کے لیے انبیاے کرامؑ ہی کا طریق کار صحیح ہے اور وہ ہے: تجدید ایمان، کبیرہ گناہوں سے پرہیز، سنتِ نبویؐ کا اتباع، مالی بدعنوانیوں سے اجتناب۔ مصنف کی ایک تصنیف پندرھویں صدی ہجری میں خلافت راشدہ کا اقتصادی و سیاسی نظام کا تعارف ترجمان: ستمبر ۲۰۰۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔]

☆ **آئے امریکا، بائے امریکا**، محمد صغیر قمر۔ پتا: مطبوعات، الاکرام بلڈنگ، مریڑ چوک، مری روڈ، راولپنڈی۔ صفحات: ۱۲۷۔ قیمت: ۱۴۰ روپے، ۵ ڈالر۔ [امریکہ کا ایک حالیہ، ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء سے قبل کا سفرنامہ۔ واقعات و تاثرات کا دل چسپ اور شگفتہ انداز اور رواں دواں اسلوب میں بیان۔ امریکہ اور امریکیوں کو سمجھنے کے لیے مفید، دور کے ڈھول سہانے۔]

☆ **معاشرتی علوم (مجلّہ تحقیق)**، مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری۔ ناشر: پاکستان مجلس تحقیق برائے معاشرتی علوم، ایل ۲/۲۸۸۹ میٹروول ۳، سکیم ۳۳، کراچی-۷۵۳۳۰۔ صفحات: اردو ۹۱، انگریزی: ۸۲۔ قیمت: درج نہیں۔ [ایک علمی تحقیقی مجلّہ: تنظیم اساتذہ پاکستان کی قابل قدر پیش کش۔ اُردو اور انگریزی مقالات، معیاری، قابل مطالعہ اور علم ونظر میں اضافہ کرنے والے۔ پروف خوانی اور نظام اِملا پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔]

مدیر کے نام

ڈاکٹر محمد عارف سکندری ٬ حیدرآباد

''ریفرنڈم کے بعد--- اصلاحات کا تسلسل یا اصلاحِ احوال'' (جون ۲۰۰۲ء) پڑھنے کے بعد یہ تاثر اور گہرا ہو جاتا ہے کہ موجودہ حکومت بھی سابقہ حکومتوں کا ہی تسلسل ہے۔ کرپشن اپنی انتہا پر ہے۔ احتساب ایک مذاق بن چکا ہے۔ امن وامان کی صورت حال نہایت ہی خراب ہے۔ غربت اور بے روزگاری کے ہاتھوں پہلی دفعہ پاکستان میں خودکشیوں کے واقعات بڑھ چکے ہیں۔ یہ مضمون پڑھ کر ہر صاحب فکر کی آنکھیں کھل جانی چاہییں اور اصلاح احوال کے لیے ہر پاکستانی کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب کی یہ تجویز درست ہے کہ اصلاح احوال کے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات کی تیاری کی جائے اور پوری دیانت کے ساتھ دستور کے مطابق منتخب قیادت کو زمامِ کار کی منتقلی ہو۔

خورشید احمد ندیم ٬ اسلام آباد

علامہ یوسف القرضاوی کے مضمون: ''سیاسی اسلام؟'' (جون ۲۰۰۲ء) میں ایک ایسی بات بیان کی گئی ہے جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے۔ لکھا گیا: ''اسلام ہر مسلمان پر یہ سیاسی ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ ایسی ریاست میں زندگی گزارے جس پر ایک مسلمان امام کتاب اللہ کی رو سے حکومت کرتا ہو اور عوام نے اس کی بیعت کی ہو۔ اگر کوئی مسلمان ایسا نہیں کرتا تو وہ اہل جاہلیت میں سے ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: ''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت نہیں ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرا'' (مسلم)۔

ذرا سوچیے کہ اقتباس میں امریکہ' برطانیہ اور دیگر غیر مسلم ممالک میں بسنے اور فوت ہو جانے والے مسلمانوں کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کیا گیا ہے؟

محمد اقبال فاروقی ٬ آزاد کشمیر

پروفیسر خورشید احمد کے اداریے (جون ۲۰۰۲ء) میں بالخصوص ''معاشی ترقی کا سراب'' فکر انگیز اور عقل کشا ہے۔ محترم مولانا عبدالمالک کے ''مختلف مسالک پر عمل'' نے کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے۔ ''مصر انقلاب کے دوراہے پر'' پڑھ کر بہت مسرت ہوئی اور بالخصوص علامہ یوسف القرضاوی کا ''سیاسی اسلام؟'' بہت ہی دل چسپ ہے۔ لیکن حسن البنا شہیدؒ کی دعاے قنوت نازلہ کے عربی الفاظ نہ لکھ کر زیادتی کی گئی ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ پیاسے کے منہ سے پانی کا گلاس لگا کر واپس چھین لیا جائے؟

ڈاکٹر عبدالباری عتیقی ' کراچی

''امریکی مفکر کی متعصّبانہ سوچ'' (مئی ۲۰۰۱ء) کے حوالے سے چند گزارشات پیش خدمت ہیں: کہا گیا ہے کہ مغربی مفکرین ''احیاے اسلام کی تحریکوں'' اور ''مسلم عسکری تنظیموں'' کو آپس میں گڈمڈ کر کے انھیں مشترکہ طور پر اپنے معاندانہ پروپیگنڈے کا ہدف بناتے ہیں--- تاہم اس وقت تک صورت حال یہ ہے کہ جمہوری عمل پر یقین رکھنے والی اسلامی تحریکات' مغربی یلغار سے محفوظ ہی ہیں۔ مگر اس بارے میں دو آرا نہیں ہوسکتیں کہ اگلے مرحلے میں وہ بھی ہدف بنیں گی۔ کیا ضروری ہے کہ سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے غیر حقیقی نعرے بازی کا راستہ اختیار کیا جائے؟ نہیں' بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ دشمن کی دشمنی سے بچنے کے لیے' بچگانہ قسم کی حرکتوں اور ہوائی دعووں اور دھمکیوں سے دامن بچایا جائے۔ یوں اپنی قوت کو مجتمع کر کے مغربی اقوام پر قابض سیاسی قیادتوں کی حکمت عملی کو بے نقاب کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو مرکوز کیا جائے۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بعض رہنما دعووں اور تقریروں میں ایسا لہجہ اختیار کرتے ہیں جو آ بیل مجھے مار کے مصداق ہوتا ہے۔ یہ وہ رویے ہیں جو امت کو خوابوں کی دنیا میں لے جاتے ہیں اور حقائق کا سامنا کرنے کی صلاحیت سے محروم کرتے ہیں۔ مسلم اُمت کے لیے عمومی طور پر' جب کہ دینی تحریکوں کے لیے خصوصی طور پر یہ سوال مرکزیت کا حامل ہے: کیا محض نعرے' دھمکیاں اور تقریریں' مغرب کے ہمہ پہلو حملے کا جواب ہیں؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے' بلکہ اس کے لیے عملی' علمی اور ملی سطح پر بیداری کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے کتنے ایسے کام ہیں جو کیے جاسکتے ہیں لیکن نہیں کیے جارہے۔ اس کا جائزہ لے کر حکمت عملی بنانے اور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

میجر طارق محمود ' پشاور

علامہ یوسف القرضاوی کے مضمون ''امریکہ کا دینی تعلیم میں تبدیلی کا مطالبہ کیوں؟'' (مئی ۲۰۰۲ء) کے حوالے سے عرض ہے کہ ایک روز میں پشاور یونی ورسٹی کے کالج آف کامرس کے سامنے سے گزر رہا تھا تو لان سے جو درختوں سے گھرا ہوا تھا' مجھے گدھے کے رینکنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے سوچا شاید کوئی گدھا گھاس چر رہا ہے۔ درختوں کے جھنڈ سے میں نے دیکھا کہ انسانی شکل میں چند طالب علم یہ آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ اُسی روز ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے میں ایک مسجد میں داخل ہوا جہاں طلبہ کے لیے مدرسہ بھی تھا۔ ایک مولانا دورہ حدیث کے تقریباً ساڑھے تین سو طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ ایک ایک کتاب پر تین یا چار طلبہ جھکے تھے اور تمام درس کو غور سے سننے میں انتہائی انہماک سے مشغول تھے۔ کچھ دیر کے بعد درس ختم ہوا تو طلبہ نہایت اہتمام اور نظم کے ساتھ منتشر ہوگئے۔ یہ تھا چند گھنٹوں کے وقفے سے دو مختلف نوعیت کی تعلیمی درس گاہوں میں طلبہ کے رویے کا مشاہدہ!

دراصل امریکہ اور دیگر قوتوں کو دینی مدارس میں کچھ دوسرے خطرات نظر آتے ہیں' دہشت گردی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ○ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک بری موت سے بچاتا ہے
○ چھپا کر دیا جانے والا صدقہ رب کی آتش غضب بجھاتا ہے ○ اور صلہ رحمی سے عمر میں برکت
ہوتی ہے۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)



Adarts-HRA-5/2001

لاہور میں 7 اسلام آباد میں 3 اور مری میں 3 منصوبوں کے حامل اور آپ کے کامل اعتماد کے مظہر

احباب گروپ آف کمپنیز کی زیرِ نگرانی



تحریک اسلامی کی برادر تنظیموں اور دیگر اداروں کے ملازمین کے لیے انتہائی پرسکون اور جدید سہولتوں کے ساتھ سستا منصوبہ

بلال ٹاؤن لاہور

سائٹ: بلال ٹاؤن وسیع و عریض فیروز پور روڈ چونگی امر سدھو سے دو کلومیٹر دائیں طرف راجباہ کے ساتھ ایلمنٹری کالج اور دو پٹرول پمپوں کے بعد ایل ڈی اے سے منظور شدہ سکیم گلشن احباب فیز II جس کے تمام ترقیاتی کام مکمل ہو چکے ہیں کا نیا حصہ ہے۔

قیمت: 24000 ہزار روپے فی مرلہ بمعہ ترقیاتی اخراجات جس میں سڑکیں سیوریج واٹر پائپ ٹینکی اور بجلی شامل ہے جب کہ اس ریٹ پر گاؤں میں بھی زمین دستیاب نہیں ہے۔ ہماری سڑکیں کارپٹ سے کم نہیں ہیں۔

اے اور بی بلاک کی بکنگ مکمل ہو چکی ہے۔ اے بلاک میں سڑکیں تارکول کے لیے تیار ہیں اور سیوریج ڈالنے کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے۔ بی بلاک میں ترقیاتی کام شروع ہیں اب اے بلاک ایکسٹینشن کی بکنگ شروع ہے۔

طریقہ ادائیگی

بکنگ کے لئے 3 ہزار روپے فی مرلہ کے حساب سے درخواست شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی کے ہمراہ ڈرافٹ چیک بنام چوہدری ڈویلپرز یو بی ایل اکاؤنٹ نمبر: 1875 وحدت روڈ برانچ لاہور کو بھیج دیں۔ باقی رقم 42 آسان ماہانہ اقساط کی صورت میں ادا کرنا ہوگی۔

450

روپے فی مرلہ ماہانہ آسان اقساط پر پلاٹ حاصل کریں۔

پمفلٹ مفت حاصل کریں۔

قیمت

24000 روپے فی مرلہ مگر 31 جولائی تک 21900 روپے فی مرلہ ہے لہٰذا شاندار رعائت سے فائدہ اٹھائیں۔

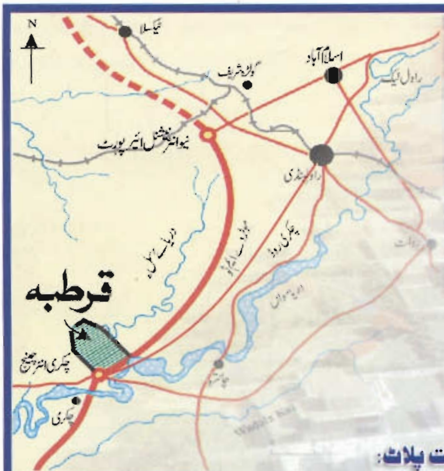
منظر کوہسار اگرو فارمز فیز III اسلام آباد، شاداب کالونی گیلانی پارک اور گیلانی ہومز لاہور میں بکنگ جاری ہے۔

احباب ہاؤسنگ سوسائٹی پرائیویٹ لمیٹڈ کا ذیلی ادارہ

چوہدری ڈویلپرز:

بٹ ہاؤس 1 اے فیض روڈ پہلی منزل اولڈ مسلم ٹاؤن لاہور
فون 5869549-5865371 فیکس 5837016
E.mail: ahbab@nexlinx.net.pk

حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز سے چھپوا کر ۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور سے شائع کیا



امن ومحبت اور دین ودانش کی بستی

موٹروے اسلام آباد

قرطبہ

تعارف:

مدینۃ العلم سوسائٹی ایک مثالی اسلامی بستی بسانے کا منصوبہ پیش کر رہی ہے۔ جماعت اسلامی پاکستان کے امیر قاضی حسین احمد مدینۃ العلم سوسائٹی کے صدر، سید منور حسن سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری اور ممتاز ذمہ دار افراد گورننگ باڈی کے ارکان ہیں۔

محل وقوع:

زیرو پوائنٹ اسلام آباد سے تقریباً آدھ گھنٹے کی ڈرائیو (50 کلومیٹر) پر موٹروے چکری انٹرچینج پر خوبصورت پہاڑیوں کے دامن میں کھلے اور پُر فضا ماحول میں واقع ہے۔ قرطبہ کے گردونواح میں بستیاں موجود ہیں۔ جو شہری کثافتوں سے پاک لیکن بیشتر شہری سہولتوں سے آراستہ ہیں۔

موجودہ سہولیات:

★ مقامی ٹرانسپورٹ ★ مقامی سکول بوائز اینڈ گرلز ★ واران (Varan) بس سروس
★ چکری سروس ایریا میں شاپنگ سنٹرز ★ پٹرول پمپ ہسپتال، بنک، ڈاکخانہ، سٹیلائیٹ ٹیلی فون ★ پولیس سٹیشن وغیرہ۔

خصوصی سہولیات

★ کشادہ سڑکوں کا نظام ★ کھیل کے میدان ★ مساجد ★ کمیونٹی سنٹرز
★ ابتدائی تعلیمی سہولیات سے یونیورسٹی سطح تک کے تعلیمی ادارے ★ صحت عامہ
★ سیکورٹی انتظامات ★ قبرستان

امتیازی خصوصیات:

• دین وشریعت • فقہ وقانون • تعلیم وتحقیق • صنعت وتجارت
• انفرمیشن ٹیکنالوجی اور جدید علوم وفنون کے مثالی مراکز کا قیام

قیمت پلاٹ:

بیس ہزار کنال پر مشتمل قطعہ زمین حاصل کیا جا رہا ہے۔ جہاں دس ہزار رہائشی یونٹ مرحلہ وار فروخت کیلئے پیش کئے جائیں گے۔ چودہ ہزار کنال سے زائد کا حصول مکمل ہو چکا ہے۔ 20,000 کنال پر مشتمل عظیم الشان منصوبہ میں ترقیاتی اخراجات سمیت یکمشت ادائیگی / قسطوں پر پلاٹ حاصل کیجئے خواہشمند حضرات کے اصرار پر سابقہ اور نئے خریداروں کی سہولت کیلئے ادائیگی اقساط کی مدت تین سال کر دی گئی ہے۔ پلاٹ کی قیمت میں کسی اضافے کے بغیر اقساط میں 33.3% کی سہولت حاصل ہوگئی ہے۔

بمعہ ترقیاتی اخراجات

پلاٹ سائز	قیمت پلاٹ	20% ادائیگی بکنگ	گیارہ سہ ماہی قسطوں میں	آخری قسط
500 گز	500,000 روپے	100,000 روپے	33,400 روپے	32,600 روپے
250 گز	250,000 روپے	50,000 روپے	16,700 روپے	16,300 روپے
125 گز	125,000 روپے	25,000 روپے	8,350 روپے	8,150 روپے

یکمشت ادائیگی کی صورت میں قیمت پر 10 فیصد خصوصی رعایت دی جائے گی۔

طریقہ کار:

درخواست فارم کے ہمراہ شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور تین پاسپورٹ سائز تصاویر لگائیں اور چیک / ڈرافٹ کے ساتھ ہمارے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

- ادائیگی کے لئے چیک ڈرافٹ بنام مدینۃ العلم سوسائٹی، پاکستان میں بنک الفلاح لمیٹڈ کی تمام برانچوں (اکاؤنٹ **01122443** برائے پاکستانی روپے) میں سہولت موجود ہے۔
- برائے پاکستانی روپے (Pak Rs.) اکاؤنٹ نمبر: 01122443
- برائے ڈالر (U.S. $) اکاؤنٹ نمبر: 01800375

درخواست فارم بمعہ معلومات بروشر درج ذیل دفاتر کے علاوہ جماعت اسلامی کے دفاتر سے مفت حاصل کیا جا سکتا ہے

مدینۃ العلم سوسائٹی (رجسٹرڈ)

لاہور (ہیڈ آفس)
منصورہ ملتان روڈ لاہور، پاکستان
فون: 5419520-4/7844605-9 فیکس: 7832194 (92-42)
E-mail: amir@ji.org.pk URL: http://www.jamaat.org

اسلام آباد (پروجیکٹ آفس)
میجر (ر) ابرار اعوان (پروجیکٹ ڈائریکٹر)
فلیٹ نمبر 4، فسٹ فلور، خیبر پلازہ فضل حق روڈ بلیو ایریا اسلام آباد
فون نمبر: 051-2270420 موبائل نمبر: 0300-9501354

C.P.L. 236
Phone: 7587910
Fax: 7585590
Monthly TARJUMAN-UL-QURAN LAHORE.





